بسم اللہ توکلت علی اللہ

لا قوۃ الا باللہ

نوشتہ

سید احمد حسین امجد

صاحبِ رباعیات

مطبوعہ

مطبعِ اعظم جاہی برقی شاہ علی بنڈہ

حیدرآباد دکن

سنہ ۱۳۶۸ ہجری

...اول قیمت ۲/۸

تین روپے پچاس نئے پیسے

بسم اللہ توکلت علی اللہ
لا قوۃ الا باللہ

مقدمات
پیامِ امجد

نوشتہ
سید احمد حسین امجد (صاحبِ رباعیات)
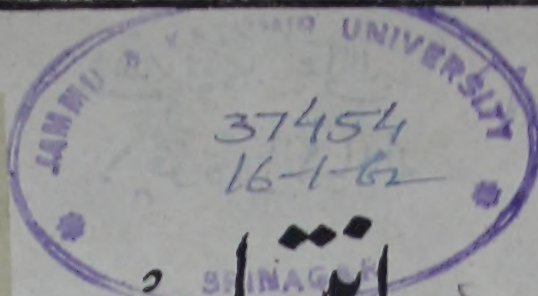
انتساب

امجد کا پیام جو پڑھے اس کے نام

اک خستہ جگر کے رُوح کو شاد کرو
ویرانۂ دِل کو اُس کے آباد کرو
امجد کے پیام کا یہی مقصد ہے
امجد کو دعائے خیر سے یاد کرو
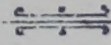
کلام امجد

یہ امر روز روشن کی طرح روشن ہے کہ کلام امجد کا تمام ماخذ اور مبدا، قرآنی آیات اور احادیث سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اگرچہ شاعری اور مذہب دو متضاد امر ہیں لیکن پھر بھی یہ بے جوڑ اور انمل ترتیب قدرت نے ہمارے لیئے آسان کر دی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

ہم قرآن و حدیث میں جو کچھ بھی پڑھتے ہیں ان میں سے بعض آیات اور احادیث خاص طور پر انکشاف کے درپے ہوکر (بقول سلیم مرحوم) آپ ہی آپ کسی قطعہ، یا رباعی یا نظم کی صورت میں ہمارے سامنے پیش ہو جاتے ہیں اور ہم ان کو لکھ کر اپنے نام سے شائع کر دیتے ہیں۔

دار وئے لطیف در دہان می ریزم — یا آب حیات در چمن می ریزم
گویم بزبان حادث، اسرار قدم — در ساغر نو، مئے کہن می ریزم

لیکن افسوس، اور سخت افسوس تو اس بات کا ہے کہ اس پیام کی اشاعت میں ہم "لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ" کے مصداق ہو رہے ہیں۔ اگرچہ "کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ" کا الزام ہمارے سر ہے لیکن ممکن ہے کہ کوئی ہمارے اس قول بے عمل ہی سے فائدہ حاصل کرے۔ من نہ کردم شما حذر بکنید۔

اس وقت ہماری مثال اس سخت پتھر (سلی) کی ہو گی جو دوسرے لوہے کو تو تیز کرتا ہے لیکن خود کسی شئے کو کاٹ نہیں سکتا۔

ہو کر غفلت میں مبتلا سوتا ہوں — مردے کی طرح صبح و مسا سوتا ہوں
خراٹوں سے میرے جاگتی ہے دنیا — میں ہوں کہ اسی طرح پڑا سوتا ہوں

ہم ایسے قول بے عمل کی اشاعت کے لئے بالکل تیار نہیں تھے لیکن خدا بھلا

کرے ہمارے رفیق صدیق ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی کا جن کا حکم یا ارشاد،
یا التجا یا التماس اس پیام کے لکھنے اور مرتب کرنے کا باعث ہوا یا ہوی۔
اور خوبی تو یہ ہے کہ مسودہ دیکھ کر آپ اپنے ایک دوست سے فرماتے ہیں کہ
جس طرح سرسید علیہ الرحمہ نے حضرت حالی کے مسدس کو اپنی طرف سے بارگاہ قدوس
میں پیش کرنے کے قابل سمجھا تھا اسی طرح میں بھی پیام امجد کی تحریک اور اس
کی تکمیل کو اپنی تمام عمر کا کارنامہ سمجھتا ہوں۔
جن صاحب کو اس کا مسودہ صاف کرنے کے لئے دیا گیا تھا انھوں نے
لکھا کہ اس کے مطالعہ سے میری حیات میں تازگی اور ایمان میں تجدید ہوئی۔

متن نا مفہوم شد از مختلف تفسیرہا
شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

رضی الدین صاحب کے بعد ہمارے محترم مہربان قدیم مولوی مناظر احسن
گیلانی نے بھی

ذو الفقار علی در نیام ۔۔۔ و زبان سعدی در کام

کہہ کر اور غیرت دلائی۔

اہل دل کی اک نظر نے کر دیا بے دل ہمیں
ہل کے اک وہ فاضلوں نے کر دیا قابل ہمیں

اب اس میں جو بات پسند خاطر ہو اس کو منجانب اللہ سمجھئے۔ وما اصابك من حسنة فمن الله
اور جو پسند نہ آئے اس کو میری اپنی نافہمی اور جہالت پر محمول کیجیے۔ ما اصابك من سيئة فمن نفسك
والسلام علی من اتبع الهدی
ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا الخ

طالب دعا
۲۷ رجب ۱۳۶۷ھ ۔۔۔ فقیر سید احمد حسین امجد (صاحب رباعیات)

اپنی اپنی پسند

ہر اک دماغ ہے اپنے دماغ میں خودسر
بزعمِ خویش یہاں کون عقلمند نہیں؟

نہیں ضرور کہ سب مجھ سے اتفاق کریں
مری پسند، کوئی قابلِ پسند نہیں

واللہ اعلم و احکم بالصواب

ہدایت

اِنّکَ لا تھدی من احببت ولٰکن اللہ یھدی

من یّشاءُ اِلیٰ صِراطٍ مستقیم۔ یعنی تم اپنے وعظ وپند

سے جس کو چاہو راہ پر نہیں لگا سکتے البتہ خدا جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ

پر چلا سکتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ کسی کے سمجھائے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ میرا سمجھانا بھی آپ کی سمجھ میں آئے کہ نہ آئے۔ آپ کے سمجھانے سے اگر کوئی سمجھ جائے تو آپ یہ نہ سمجھئے کہ وہ صرف آپ کے سمجھانے سے سمجھ گیا ہے بلکہ آپ کے سوا اس کے ضمیر نے بھی سمجھایا ہے کہ آپ ٹھیک سمجھا رہے ہیں۔

آپ صرف تحریک کر سکتے ہیں لیکن اس کو ماننا، اور تسلیم کرنا۔ اور آپ کے قول پر عمل کرنا۔ یہ سننے والے کی سمجھ اور توفیق الٰہی پر موقوف ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

میری چھ سال کی بچی (مقبول فاطمہ) مجھ سے اکثر کہتی ہے

ابا! آپ کچھ سمجھاتے ہیں۔ میرا جی کچھ اور سمجھاتا ہے

اب میں اپنے جی، اور اپنے دل کی سنوں؟ یا آپ کی سنوں۔

قل کلٌّ یعمل علیٰ شاکلتہ　　　ہر کسے را بہر کارے ساختند

کوئی ہے کہ فقر و فاقہ پر مرتا ہے　　　اور کوئی توانگری کا دم بھرتا ہے

سمجھانے سے کوئی سمجھتا ہی نہیں جو جس کی سمجھ میں آئے وہ کرتا ہے

صحبت میں نکوکاروں کی، بدخو نہ گئی فطرت کی بُرائی یک سرمو نہ گئی
مچھلی کی تمام عمر پانی میں کٹی لیکن اس پر بھی اس کی بدبو نہ گئی

ہم صحبت بے خرد پریشان رہا ناقہم کو سمجھا کے پشیمان رہا
تعلیم سے، جاہل کی جہالت نہ گئی
نادان کو الٹا بھی تو نادان رہا

صحبت نیک سے جاہل فطرت جاہلیت کو نہیں کھو سکتی
آگ ہی راکھ بنے تو بن جائے
راکھ تو آگ نہیں ہو سکتی

سو مرتبہ بے سمجھ کو سمجھاؤ لیکن وہ اپنی ہی کہے گا
سمجھانے سے گر ہر اک سمجھ جائے
پھر کوئی نہ بے سمجھ رہے گا

ناصح ایک بک کے مغز کیوں کھاتا ہے نادان کبھی راہ پر نہیں آتا ہے
سمجھو تو وہ خود ہی بے سمجھ ہے امجد
جو شخص کہ بے سمجھ کو سمجھاتا ہے

اُتُرِیدُونَ اَنۡ تَھۡدُوا مَنۡ اَضَلَّ اللہ. کیا تم ایسے شخص کو راستے پر لانا چاہیے ہو جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے خود پسند کو نصیحت کرنے والے کے لئے ایک دوسرے نصیحت گر کی ضرورت ہے کہ اس کو سمجھا کر کہ تم خود بے سمجھ ہو جو بے سمجھ کو سمجھا رہے ہو۔

شعر و شاعری

وَاَنبتنا فِیھَا مِن کل شیٔ مَوزُون

یعنی زمین میں ہم نے ہر شئی موزوں اور مناسب پیدا کی۔

الشعراء یتبعھم الغاوون، انھم فی کل وادٍ یھیمون وانھم یقولون مالا یفعلون۔ یعنی شعرأ گمراہوں کے امام ہوتے ہیں جو خود بھی بھٹکتے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکاتے ہیں اور ایسی بات کہتے ہیں جس سے ان کے عمل کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

عرب میں کہا جاتا ہے اطیبُ الشعر اکذب یعنے سب سے زیادہ اسی شعر کی واہ واہ ہوتی ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ اور مبالغہ ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ سچی بات (دندان تو جملہ در دہانند) میں خندۂ دندان نما کے سوا اور کیا بات ہے لیکن حقیقت اور سچائی کے ساتھ ساتھ اس میں تاثیر پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔

شاعر، قافیہ اور ردیف کی صحت کے ساتھ شعر کہہ سکتا ہے مگر اس میں اثر کا رنگ بھرنا اس کے بس کی بات نہیں، شعر سے متاثر ہونا سامع کے ذوق اور مذاق پر موقوف ہے۔

ترنم اور خوش آوازی کے ساتھ تو معمولی موزوں اور غیر موزوں شعر بھی اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ شعر کی تعریف نہیں ہے بلکہ ترنم کا اثر ہے۔

ایک دفعہ ایک دوست نے حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر

او سخن از کشتنِ من می کند
من بہ ہمین خوش کہ سخن می کند

سادہ طور پہ بغیر کسی ترنّم کے ہمارے سامنے پڑھ دیا تھا معلوم ہوا کہ ہم پہ بجلی گر گئی، جگہ سے اچھل پڑے اور دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا اور چلّا چلّا کر اس قدر روئے کہ گلا بیٹھ گیا، غالباً تھوڑی دیر کے لئے ہوش و حواس بھی کھو بیٹھے۔

کلام ایسا اکثر سُنا ہوگا تم نے — سُنا آج، اور کل اثر دل میں اترا
کہو شعر ایسا کہ ہو تیز خنجر — اِدھر مُنہ سے نکلا اُدھر دل میں اترا

○

نیست امجد غبار را قدرے — سر خود گو بآسمان دارد
ہمچو مردہ ست شعر بے تاثیر — قول مردان شنو کہ جان دارد

○

اے شاعر رنگین بیان! — تو ہی بتا ہم کیا کریں
معشوق اگر قاتل ہوا! — عاشق اگر بسمل ہوا
کیا شعر ہے اے واہ وا — لیکن ترے اس شعر سے
سامع نے کیا سیکھا سبق؟ — خود تجھ کو کیا حاصل ہوا

شعر اچھا ہے، اور طرز بیان اچھی ہے، تاثیر نہیں، نہ فغاں اچھی ہے۔

کیا کہنا ہے آپ کا جناب امجد
دل لاکھ برا سہی
زباں اچھی ہے
کیا شعر کہا ہے واہ سبحان اللہ

طفلِ مکتب بنے فلاطون ہو کر
دل نے کھوئی ہے آبرو خوں ہو کر
شاعر ہو کر خطاب کاذب پایا
بے وزن ہوا کلام موزوں ہو کر

کس لطف سے ہم اپنی غزل گاتے ہیں
مطلب بھی اداکاری سے سمجھاتے ہیں
بھوکے سے تو نثر بھی نہیں بن سکتی
جب پیٹ بھرے تو شعر یاد آتے ہیں

غم دیدہ ہو، رنجیدہ ہو، محزون بھی ہو
ہے لطف کلام جب کہ دل خون بھی ہو
منظور ہے گر شعر میں کامل ہونا
شاعر کو ضرور ہے کہ مجنوں بھی ہو

ہمت والے بہادری کرتے ہیں
مردِ میدان سپہ گری کرتے ہیں
اک ہم ہیں کہ جن سے کچھ نہیں ہو سکتا
بیٹھے ہوئے گھر میں شاعری کرتے ہیں

ہم توڑ کے تارے آسماں سے لائے
مضمون بلند لامکاں سے لائے
ہر شعر باعتبار فن خوب کہا
لیکن کوئی تاثیر کہاں سے لائے

میرے لئے ہے خدا، جہاں تیرے لئے
میرے لئے ہے مکیں، مکاں تیرے لئے
اے اپنی زباں پہ ناز کرنے والے
دل میرے لئے ہے اور زباں تیرے لئے

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

پیامِ امجد

نوشتہ

سیّد احمد حسین امجد (صاحبِ رباعیات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید احمد حسین (الوجود بین العین) خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے اپنے کلام (پیام امجد) کی ابتدا کرتا ہے۔ (ولذکر اللہ اکبر)

یہ کشتی زندگی ہے کھینے کیلئے
لینا ہر چیز کا ہے دینے کے لئے
اللہ والوں کیواسطے اے امجد
اللہ کا نام بس ہے لینے کے لئے

○

اللہ کا ذکر ہے دوائے مومن
اللہ کا ذکر ہے غذائے مومن
اللہ کے ذکر کے بغیر اے امجد
اللہ کرے چین نہ پائے مومن

اَلّذین یذکرون اللہ قیاماً و قعودا وعلیٰ جنوبھم۔

بجتا رہے ساز اللہ اللہ
اللہ سے سلسلہ نہ ٹوٹے
اللہ والوں کو اس جہاں میں
اللہ کرے کوئی نہ پوچھے

○

میری شبِ تار کا اُجالا تو ہے
ہر غم سے مجھے بچانے والا تو ہے
کیوں اپنے نیاز پر نہو ناز مجھے
مجھ اَدنیٰ کا رفیق اعلیٰ تو ہے

○

سَب کہتے ہیں تجھے مُجیب الدَّعوات
بَد کی سُنتا ہے نیک کی سُنتا ہی

اِک بندۂ بیکس کی بھی سُن لے مولا! سُنتا ہوں کہ تو ہر ایک کی سُنتا ہے

جوابؔ

حکمت سے ہر ایک کا پیٹ بھرتا ہوں میں
یا رب کی سُنتا ہوں، اپنی کرتا ہوں میں

دیتے ہیں سب کو حسب استحقاق
یاں نہیں اختصاص ما و شما
تم سمجھتے ہو نیک و بد کو، کہ ہم؟
تم زیادہ علیم ہو، کہ خدا.
اانتم اعلم ام اللہ

اللہ

۱۔ الا انهم فی مرية من لقاء ربهم الا انه بكل شيئ محيط۔

یعنی بے سمجھ لوگ رویت الٰہی میں شک کرتے ہیں حالانکہ وہ (وجود مطلق) سب میں موجود اور سب کو محیط ہے۔

۲۔ ذلکم اللہ انّی تؤفکون ۔ تمہارا خدا تو یہ رہا، تم کدھر بھٹک رہے ہو۔

حضرت موسیٰ نے پوچھا اے خدا تو کہاں ہے۔ ارشاد ہوا میں تمہارے آگے ہوں، تمہارے پیچھے ہوں، تمہارے بائیں ہوں، تمہاری سیدھی طرف ہوں۔

فاینما تولوا فثم وجه اللہ۔

اس شاخ امید میں ثمر بھی دیدے
اللہ، اللہ میں اثر بھی دیدے
تو سامنے میرے بے حجاب آتو گیا
کچھ دیر، مگر اپنی نظر بھی دیدے

○

اس عالم کثرت میں ہے وحدت ہی کا جلوہ
ہے ایک حقیقت، کبھی میں ہوں کبھی تو ہے
تم اپنے ہی دم کو نظر غور سے دیکھو
آتے ہوئے اللہ ہے جاتے ہوئے ھُو ہے

○

ورد سحر و شام ہے اللہ اللہ
اللہ کا پیغام ہے، اللہ اللہ
اللہ سے، بندے کو ملا دیتا ہے
اللہ بھی کیا نام ہے اللہ اللہ

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر

ہر پھول میں رنگ رخ زیبا بھی تو ہے　　ہر سرو میں شکل قد رعنا بھی تو ہے

میں اسم کو ذات سے الگ کیوں سمجھوں
ہر لفظ کے ساتھ اس کا معنیٰ بھی تو ہے

○

خالی جاتی نہیں پکار کوئی　　وہ ہے ہر ایک شخص کی سنتا
دیر و کعبہ کی کچھ نہیں تخصیص　　اذکر اللہ حیث ما کنت

○

ہمیشہ اسی اک سبق میں رہو
جہاں بھی رہو یاد حق میں رہو
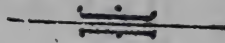
اپنا وجود

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ

اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ تم اللہ کا انکار کس طرح کر سکتے ہو، تم مردہ تھے اس نے تم کو زندگی بخشی پھر تم کو مردہ بنا دیگا۔ پھر تم کو جلائیگا۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

(۱)

انسان اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے رب (یعنی نقصان سے کمال کو پہونچانے والے) سے کس طرح انکار کر سکتا ہے۔

یہ امر روز روشن سے بھی زیادہ روشن ہے کہ اپنی خلقت اور وجود میں ہمارے ارادے، ہماری خواہش، ہماری خوشی، ہماری ناخوشی کو کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بعض متصوفین کہتے ہیں کہ ہم خود اپنی خواہش اور اپنے ارادے سے پیدا ہوئے ہیں۔ شاید ایسا ہی ہو لیکن یہ عقیدہ ان ہی بزرگوں کے لئے مخصوص ہے جو قدرت کو مجبور کر کے اپنی خواہش اور ارادہ کے ساتھ عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں کوئی ایسی دلیل

یا کوئی سابقہ یادداشت نہیں ہے جس کی بناء پر ہم اپنے آپ کو اپنا خالق اور پروردگار سمجھ سکیں۔ ذالک مبلغھم من العلم

یہ کون وجود میں ہے لانے والا گہوارۂ زندگی ہلانے والا
ہم خود ہی تو بن نہیں گئے ہیں امجد ہے کوئی ضرور اپنا بنانے والا

لائے گئے ہم رنج اٹھانے کیلئے پیدا ہوئے اشک خوں بہانے کیلئے
اللہ اللہ حضرت انسان کو کیا خوب بنایا ہے "بنانے کیلئے"

بجتا ہو ستار اور مضراب نہ ہو؟ پھیلی ہوئی چاندنی ہو، مہتاب نہ ہو
یں، یں نہیں ہو سکتا، نہو تو جب تک
ممکن ہی نہیں، حباب ہو، آب نہ ہو

آنانکہ کنند جستجوی خالق بینند بہر آئینہ، روئے خالق
ایں قامت راست تو خود اے امجد
انگشت شہادت ست سوئے خالق
یا ایھا الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم۔

ھُواللہ

ھُ

بنگر رخ آفتاب تابان
این شام فراق را سحر کن
کاے ذاکر و شاغلِ ھواللہ
از لفظ بمعنیش نظر کن

ایک ہی اصل ہے ــ لیکن پھر بھی
کہیں کانٹا ہے، کسی جا گل ہے
نظرِ فکر سے ھُ کو دیکھو
اسم بھی اس کا محیط الکل ہے

کیا بات بگڑ کے بن گئی ہے امجد — معصوم نے کیسا لفظ دل خواہ کہا
جب میں نے پڑھایا ــ قل ھواللہ احد
میری بچی نے ــ کل ھواللہ کہا

بک الکل منک الکل، الیک الکل یا کل الکل۔

تصوّرِ الٰہی

قل، ھو اللہ احد، اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد
یعنی اس کی ذات پاک بے مثل و یکتا ہے سب اس کے نیاز مند ہیں اور وہ خود بے نیاز ہے۔

کوئی اس کا شریک و مانند نہیں ــ وہ فرد ہے جس کو زوج و فرزند نہیں
کس طرح کرے کوئی تصور اس کا ــ اک صورت خاص کا وہ پابند نہیں

تجھ تک مرا وہم بھی نہیں جا سکتا ــ تجھ کو کوئی اور اک نہیں پا سکتا
اب تیرے تصور کی یہی صورت ہے
"وہ اے وہ کہ تصور میں نہیں آسکتا"

اللہ کی ذات میں تفکر، کیسا ــ ایسا، ویسا کوئی تقریر کیسا
صورت ہو تو کوئی تصور بھی کرے

صورت ہی نہیں تو پھر تصور کیسا

اپنی حد تک ہزار سر دے مارا
دامن اُمید کا کبھی بھر نہ سکا
کیونکر دیکھوں گا اسکی صورت امجد
میں جس کا تصور بھی کبھی کر نہ سکا

تصوّر کی تصدیق ممکن نہیں ہے
مگر پھر بھی کوشش کئے جا رہے ہیں
نہیں جس کے ملنے کی اُمید امجد
اسی کے سہارے جئے جا رہے ہیں

فاتحۃ الکتاب

اوّل دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ؛ واٰخر دعوانا اَن الحمد للہ رب العلمین

تمام عالم کے محاسن و کمالات فی الحقیقت پروردگارِ عالم کے
محاسن و کمالات ہیں کیوں کہ وہ مربی اور پروردگارِ عالم و عالمیان ہے
[جیسی تربیت ہوگی ویسا ہی اثر مرتب ہوگا] جس کی ذات
پاک، کامل جمال اور جلال کی جامع ہے۔

شکوہ اس کے غضب کا کرتا بھی ہوں
ہر سانس میں پھر دم اس کا بھرتا بھی ہوں
مالک ہیں مرے مہر بھی ہے قہر بھی ہے
ڈرتا بھی ہوں اس سے اسی پہ مرتا بھی ہوں

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ

اس جامعِ اضداد کے حالات سنو
کچھ معجزہ دیکھو کچھ کرامات سنو
ارشاد ہے حسن کا کہ جھپکے نہ پلک
لب کا یہ سخن ہے، کہ مری بات سنو

---

(۱) ایک دفعہ سرکس میں ہم اپنی بچی کے ساتھ گھوڑے، ہاتھی، شیر، بکری، کتے، بندر کے محیر العقول تماشے دیکھ رہے تھے جن کے ساتھ ساتھ ان جانوروں کا ماسٹر بھی ہنٹر کے اشاروں سے کام لے رہا تھا۔ بچی نے پوچھا، "ابا! کیا ان جانوروں کے کمالات کی تعریف کی جائے؟ یا اس ماسٹر کی جس نے ایسے جانوروں کو بھی قریب انسان بنا دیا۔"
ہم نے کہا۔ والحمد للہ ربّ العلمین۔

○

اے ہمارے پروردگار! ہم تیری ہی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور دن رات سوچتے ہیں کہ . . . . . .

ہم موردِ الطاف و کرم کس کے ہیں پروردۂ صد ناز و نعم کس کے ہیں
ہر چیز جہان میں ہے اِس کی اُس کی لیکن نہیں معلوم کہ ہم کس کے ہیں

○

گردش کیوں کو بکو ہے؟ معلوم نہیں دل کی کیا آرزو ہے؟ معلوم نہیں
جب دیکھئے جستجو میں سرگرداں ہوں کس چیز کی جستجو ہے؟ معلوم نہیں

ہم اپنی اس تلاش و جستجو میں تجھی کو اپنا رہنما اور ہادی بناتے ہیں اور تجھی سے تیرا رستہ پوچھتے ہیں۔ الذی خلقنی فھو یھدین لیکن الحمد للہ رب العالمین کہتے اور سمجھنے اور جاننے اور ماننے کے بعد ہماری یہ کوشش اور جستجو بھی تیری ہی توفیق اور دستگیری پر موقوف ہے۔

سر پر آفات کی گھٹا چھائی ہے آمادہ بہ جور چرخ مینائی ہے
گر تو بندے کی دستگیری نہ کرے اس کے لئے ہر قدم پہ اک کھائی ہے

○

ہے کون خبر ہماری لینے والا اس کشتیٔ زندگی کو کھینے والا
اس عالم بے پناہ میں تیرے سوا ہے کون ہمیں پناہ دینے والا

اے ہمارے مالک اگر ہم بندوں کے لئے تجھ سے ملنا مشکل ہے،
اور تیرا وصال محال ہے تو کم از کم جستجو اور طلب اور منزلِ عشق ہی میں
ہم کو ثابت قدم رکھ۔

دو دِن کے لئے دولت دنیا مانگوں | یا تجھ سے کریم سے میں عقبیٰ مانگوں
میں بھی تھوڑی بہت سمجھ رکھتا ہوں | آخر تجھ سے، ترے سوا کیا مانگوں

ہم کو بے درد ظالموں، اور تجھے بھولنے والوں کے طبقہ سے نکال کر اپنے
چاہنے والوں، اپنے کشتگان محبت میں شریک کرلے۔ آمین

اے مالکِ مُلکِ حُسن و خوبی | ہے دونوں جہان مُلک تیری
مارا مجھے تونے، تیری مرضی | خواہی کہ دوبارہ جاں بہ بخشی
یک بار بگو" کہ کشتۂ ماست"

وآخر دعوانا۔ ان الحمد للہ رب العالمین
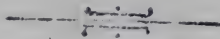
صلوۃ علی النبیؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اِنّ اللہ وملائکتہ یُصلّون علی النبی۔ یاایہا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلموا تسلیما

یعنی خدائے تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوۃ بھیجتے ہیں۔

اے خدا اور رسول پر ایمان رکھنے والو خدا اور فرشتوں کے ساتھ ساتھ تم بھی

اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس صلوۃ اور السلام کا تحفہ بھیجتے رہو۔

اگر وجود کی وحدت مسلمات سے ہے
تو میں، وجود میں اس کا شریک ہوتا ہوں
شریک حضرت باری، محال ہے قطعاً
مگر درود میں۔ اس کا شریک ہوتا ہوں

عہ ہر مصیبت کی تہ میں کوئی نہ کوئی راحت ضرور ہوتی ہے ـــــ اور ہر راحت میں کوئی نہ کوئی مصیبت چھپی رہتی ہے۔ درود شریف کی کثرت سے علی العموم مصیبت میں کوئی ایسا رخ نمایاں ہوجاتا ہے جس سے ایک حدتک بے چینی دور ہو کر راحت نصیب ہوتی ہے۔ ھوالموفق والمعین

مزید تفصیل کے لئے دیکھو جمال ابجد آٹھواں نوشتہ (صلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ محمدؐ

الحمد للہ رب العالمین

تمام عالم کی ہر خوبی اور ہر تعریف فی الحقیقت پروردگار عالم کی خوبی اور تعریف ہے کیوں کہ وہ پروردگار عالم ہے اور سارا عالم ظاہر اسی کا مظہر ہے۔

○

کس سوچ میں ہیں جنابِ امجدؔ! کہیئے
الحمد میں کیوں ہے فکرِ بے حد کہیئے
جب قابلِ حمد ہے اسی کی اک ذات
اللہ کو پھر نہ کیوں محمدؐ کہیئے۔

فطرتِ مولود

کل مولود یولد علی الفطرۃ والواہ یھودانہ وینصرانہ ولیمجسانہ

ہر بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ اگر یہودی ہیں تو اس کو یہودی بنا دیتے ہیں اگر نصرانی ہیں تو نصرانی کر دیتے ہیں۔ اور مجوسی ہیں تو مجوسی بنا دیتے ہیں۔

○

اپنا بچہ ہو، یا کسی کا بچہ
لیکن ہوتا ہے سب کا اچھا بچہ
اسلام کی فطرت کا تقاضا دیکھو
پیدا ہوتا ہے سر بسجدہ بچہ

○

ہر ایک سُناتا ہے فسانہ تیرا
گاتا ہے ہر اک ذرہ ترانہ تیرا
ہم سجدہ ظاہری کریں نہ کریں
ہے اپنی جبیں میں آستانہ تیرا

لہ الاسلام بمعنی سر نہادن "

لہ ہمارے ایک دوست کی پیشانی کی لکیروں میں محراب کی شکل بنی ہوئی ہے۔

ایمان بالغیب

الم ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب الی اخر
یعنی اس کتاب کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ یہ کتاب متقین
کی رہنما ہے اور متقین وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

○

قرآن کریم کا پہلا سبق یا ابتدائی تعلیم ایمان بالغیب ہے۔ یعنی جو لوگ
اپنے وجود اور اپنی طاقت کے سوا کسی غیبی وجود اور طاقت پر بھی یقین رکھتے
ہیں ان کے لئے یہ کتاب معلم روحانی موصل الی المطلوب ہے لیکن جو اپنے پس منظر
پر نظر نہیں رکھتے ان کے لئے یہ "نسخہ کیمیا" آئینہ در محلت کوراں ہے یا مصحف
در کنشت زندیقاں کا مصداق ہے۔

○

اصلی فطرت سے کام لیجیے   رب کی نسبت سے کام لیجیے
ایمان کا ماحصل یہی ہے
غیبی قوت سے کام لیجیے

حکم محکوم

یسئلونك عن الروح، قل الروح من امر ربی۔

یعنی لوگ تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے۔ تم کہدو کہ "روح امرِ ربّی ہے"

ہم محفل عیش میں مغموم رہے
ہم، رنگ وجود میں بھی معدوم رہے
یہ رُوح، اگرچہ حکم رب ہے امجد
لیکن اسے حکم ہے کہ محکوم رہے

یعنیٰ روح، احکم الحاکمین کا وہ حکم ہے
جس کو محکوم رہنے کا حکم دیا گیا ہے

دنیا کی کوئی دوا مجھے راس نہیں
کیا تجھ کو مرے درد کا احساس نہیں
تجھ سے حاکم کا حکم محکم ہوں میں
مولا! تجھے اپنے حکم کا پاس نہیں

جبر و اختیار

وربك یخلق مایشاء و یختار — ما کان لہم الخیرۃ

خدائے تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پسند کرتا ہے

اس بارے میں کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

حل ہو سکا نہ مسئلہ جبر و اختیار —

اس فکر میں ہر ایک پریشان کب سے ہے

ہر روح، امرِ رب ہے — ہر اک فعل، امرِ روح

ثابت ہوا کہ —

فعل ہر اک، امرِ ربّ سے ہے

○

محکوم میں اقتدار کیوں کر آیا
موہوم پہ اعتبار کیوں کر آیا

جبراً پیدا ہوا — مروں گا جبراً

یہ بیچ میں،

اختیار کیوں کر آیا ؟

○

جس امر میں چاہا مجھے مامور کیا
رنجور کبھی، اور کبھی مسرور کیا
میں قدرت کا کبھی نہ قائل ہوتا
لیکن مجبوریوں نے مجبور کیا

○

اپنے سے کسی کو دور کر دے بالکل
مجبور ہے اس میں قدرت باری بھی
دونوں طرف اختیار سے خارج ہیں
ہے خواب کی طرح اپنی بیداری بھی

○

سب کچھ جب اپنے ہاتھ میں ہے
انسان پھر بے قرار کیوں ہے
رکھتے ہیں جب اختیار ہم لوگ
دل میں یہ اضطرار کیوں ہے

○

پانا تو کسی چیز کا ناممکن ہے
ہم آپ کو کھو بھی تو نہیں سکتے ہیں
ہنسنے کا تو کیا ذکر ہے اس دنیا میں
جی کھول کے رو بھی تو نہیں سکتے ہیں

○

حضرت آدم تھے مسجود ملک
لیکن افسوس، ابن آدم کچھ نہیں
دی گئی ہیں ہم کو ساری قوتیں
ہم میں سب کچھ ہے مگر ہم کچھ نہیں

نفیِ خودی اثباتِ خدا

آمنتُ بالذی لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو سرائیل. وانا من المسلمین

میں اس خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور اب سرِ اطاعت خم کرتا ہوں۔

فرعون نے ساری عمر خدائی کا دعویٰ کیا۔ آخر وقت جب جان پر آبنی اور پانی سر سے اونچا ہوگیا اس وقت ادبدا کر چلا اٹھا کہ اے خدا میں اپنی خدائی سے توبہ کرکے اب تجھ کو اپنا خدا مانتا ہوں۔

جب آگئی پیری، تو عصا یاد آیا — رستہ بھٹکے، تو رہنما یاد آیا
فرعون بھی وقتِ غرق لایا ایمان — جب چل نہ سکی خودی، خدا یاد آیا

میری مرضی چل نہیں سکتی — تیری مشیت ٹل نہیں سکتی
میرے بنائے کچھ نہیں بنتا
لَا اِلٰہَ اِلَّا انتَ

عرشِ الٰہی

وکان عرشہ علی الماء (یعنی خدائے پاک کا تخت پانی پر ہے)

خدا کا تخت تو پانی پہ ہو اور انسان اشرف المخلوقات کا قلب اس سے خالی ہے۔ اس لئے

اے عمر دو روزہ جاؤ دانی ہو جا — باقی کی اگر ہوس ہے، فانی ہو جا
سنتے ہیں کہ ہے عرش خدا پانی پہ — اے دل، کچھ اگر شرم ہے، پانی ہو جا

○

دیکھا نہیں آج تک کسی محفل میں — رہتے ہیں حضور کونسی منزل میں
فرمایا کہ مجھ کو ڈھونڈھ میرے طالب
پوچھا۔ کہ کہاں؟
کہا — کہ دل میں، دل میں

○

دم بھر آتے، تو تم کو دل میں رکھتا — رخ دکھلاتے، تو تم کو دل میں رکھتا
تم نے پہلے ہی کر لیا گھر، دل میں — مل بھی جاتے، تو تم کو دل میں رکھتا

○

دریا، لہرا کے اک بھنور میں آیا — نور، ارض و سما کا چشم تر میں آیا
جو عقل میں آج تک نہ آیا تھا کبھی — اللہ، اللہ، میرے گھر میں آیا

مُسلم اور مومن

المسلم من سلم المسلمون من یدہٖ و لسانہٖ (مسلمان وہ ہے جس کے دست و زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو) المومن مَن آمن الناس (مومن وہ ہے جس سے لوگ مامون اور محفوظ رہیں۔)

من سلم المسلمون میں عجیب نازک اور لطیف اشارہ ہے وہ یہ کہ جس کے دست و زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو وہ مسلمان ہے پھر مسلمان کی وہی تعریف ہوگی کہ جس کے دست و زبان سے مسلمان کو تکلیف نہ ہو مقصد یہ کہ نیک انسان وہی ہے جس سے کسی نیک انسان کو مضرت نہ پہنچے موذی اور شریر کو دفع مضرت و شر کے لئے دفع کرنا (فی القصاص حیوۃ کے تحت) خلاف اسلام نہیں ہے۔ علی ہذا القیاس مومن کی بھی یہی صورت ہے۔

سچ مچ وہی بندہ ہے خدا کا امجد\
جو یاد میں اپنے رب کی مجنون ہے\
ایمان کی پوچھو تو وہی مومن ہے\
جس سے مومن ہمیشہ مامون رہے

○

اسلم تسلم ۔ مسلمان بنو اور سلامتی سے بسر کرو ۔ یعنی تم کسی کو تکلیف نہ دو تو تم کو بھی کوئی تکلیف نہ دے گا ۔

اگر ہے منظور عزّ کعبہ ۔ کبھی نہ تحقیر دَیر کیجے
بُروں کے حق میں بھی حتی الامکان دعائے توفیق خیر کیجے

○

تم سے مومن کو نہ جبتک ہو اماں

تم کبھی ہو نہیں سکتے مومن

چاہتے ہو جو رضائے خالق

خَالِقِ النَاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

(یعنے لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آؤ)

قُرب میں بُعد

نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ یعنی خالق، اپنی مخلوق کی رگِ گردن یا رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔

وھو معکم اینما کنتم[1]۔ تم جہاں بھی رہو تمہارا خالق تمہارے ساتھ ہے۔

اس کے بعد بندے کا سوال مولیٰ تعالیٰ سے

بدلی چھائی ہوئی ہے، برسات نہیں تارے نکلے تو ہیں، مگر رات نہیں
تو مجھ سے قریب تر، میں تجھ سے نزدیک کیا بات ہے؟ ہم دونوں میں کچھ بات نہیں

اس کا جواب مولا تعالےٰ کی طرف سے

دونوں اک جا، مگر ملاقات نہیں باہم کوئی گفتگو نہیں، بات نہیں
کچھ اس کا سبب بھی تو نے سمجھا امجد!
میں ہوں ترے ساتھ
تو، مرے سات نہیں

---

[1] وھو معکم اینما کنتم ۔ معیت کی دو قسمیں کی جاتی ہیں۔ مجازی اور حقیقی۔ متکلمین معیت مجازی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام عالم کے ساتھ معیتِ الٰہی، معیت علمی ہے۔ اور صاحبانِ حقیقت مجاز پر قناعت نہیں کرتے بلکہ وہ معیت ذاتی کے قائل ہیں جیسے روح کی معیت جسم کے ساتھ نہ روح اندرونِ جسم ہے اور نہ بیرونِ جسم، نہ متصل ہے نہ منفصل ہے۔ باوجود معیت ذاتی روح کو لوازم اجسام سے کوئی نسبت نہیں۔ اگر معیت علمی بھی فرض کی جائے تو علم کے ساتھ عالم اور صفت کے ساتھ ذات کا وجود ضروری ہے صفت بغیر ذات محال ہے فافہم

طریق تحفظ

ماعندکم ینفدُ وماعنداللہ باق

یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجائے گا اور جو خدائے تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔

جو چیز جہاں کی ہے وہاں رکھ چھوڑو
کچھ کَل کے لئے بھی ارمغان رکھ چھوڑو
فانی ہاتھوں میں کیا رہے گا باقی
اپنا سب کچھ خُدا کے ہاں رکھ چھوڑو

میرا خیال

ان قلوب بنی آدم بین اصبعین من اصابع الرحمٰن یقلب کیف یشاء۔ یعنی انسان کے دل حضرت رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں، جدھر چاہے پھیر دے۔

○

انسان صرف خیال کا نام ہے ؎

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ مابقی تو استخوان وریشۂ

ہم سے کہا جاتا ہے کہ آپ کا یہ خیال غلط ہے، یا کہتے ہیں کہ اس خیال کو دل سے نکال دو، لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی خیال کو دل سے نکالنے کے لئے پھر کسی اور خیال کی ضرورت ہوگی اور ایسے خیال کو پیدا کرنا جو کسی غلط، یا تکلیف دہ خیال کو دل سے نکال دے اپنے بس کی بات نہیں۔

○

عارض ہو کہ خطّ و خال، میرا کب ہے نقصان ہو، یا کمال، میرا کب ہے

مانا۔ کہ مرا خیال ہی ہے سب کچھ
لیکن میرا خیال، میرا کب ہے

غم میں ہم

ایک دفعہ شدت، رنج و غم میں "ہم" یا فارج الھم یا کاشف الغم پڑھ رہے تھے۔

جواب کیا ملتا ہے۔

جو کچھ بھی مصیبتیں ہیں تجھ پر، کم ہیں
خوشیاں دنیا کی فی الحقیقت سَم ہیں
غم سے کیوں دُور بھاگتا ہے امجد
معلوم نہیں تجھے — کہ۔
غم ہیں "ہم" ہیں

کیا دکھ ہے، اگر ہمیشہ ناشاد رہے
کیا غم ہے اگر تباہ و برباد رہے
اُس سُکھ سے، کہ جس میں بھول جاؤں تجھ کو
وہ دُکھ اچھا ہے، جس میں تو یاد رہے

معیّت

ھو معکم اینما کنتم (تم جہاں بھی رہو وہ تمھارے ساتھ ہے)

کُل سے کبھی اپنا جزوِ ذاتی نہ مِلا
اپنے نوشاہ سے براتی نہ مِلا
لوگوں کو تو کھوئے ہوئے مِل جاتے ہیں
ایک ہم ہیں
کہ ہم کو اپنا ساتھی نہ مِلا

○

یہ ناقص فطری کبھی کامِل نہ ہوا
پورا کبھی اپنا مقصدِ دل نہ ہوا
میں ان کی معیت میں بھی تنہا ہی رہا
واصل ہو کر بھی کوئی حاصل نہ ہوا

○

ہر نفس وہ تو آتے جاتے ہیں
آئے کب، کب گئے خیال نہیں
پاس رہ کر بھی وہ نہیں ملتے
وصل تو ہے، مگر وصال نہیں

○

اس نے رخ سے نقاب اٹھایا بھی تو کیا
بے پردہ جمال اپنا دکھایا بھی تو کیا
کس کی آنکھیں ہیں جو اسے دیکھ سکیں
آیا بھی تو کیا اور نہ آیا بھی تو کیا

دوست

المومن مراۃ المومن

دنیا کا سفر طے کرنے کے لئے ہر شخص کو کم از کم ایک رفیق سفر اور دوست کی ضرورت ہے اور دوست وہی ہو سکتا ہے جو ہماری خوشی سے خوش اور ہمارے درد سے دردمند ہو۔ اس دار المحن میں کسی شخص کو بھی ایسا شخص نصیب ہو جائے تو وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

میں یہ نہیں کہتا۔ کہ خدا پیدا کر — دکھ سکھ کا شریک آشنا پیدا کر
جس سے نظر آئے تجھ کو اپنی صورت — امجدؔ اک ایسا آئینہ پیدا کر

ان کی ہے یہی خوشی، کہ ہم غم میں رہیں — ہر وقت دعائے ارحم ارحم میں رہیں
ہے مقصد دم، کہ دم نہ لیں ہم دم بھر — جب تک دم ہے تلاش ہمدم میں رہیں

کہتا ہے کوئی، کہ ملک و مال اچھا ہے — کہتا ہے کوئی کسب کمال اچھا ہے
لیکن اپنے خیال میں اے امجدؔ!
مل جائے گر ایک ہم خیال۔ اچھا ہے

دین اور دنیا

اکثر لوگ دنیوی مصائب سے بچنے اور کشمکش سے جان بچانے کے لئے سب سے دور، دریا کے کنارے، آبادی سے باہر پہاڑوں کی چوٹی پر اپنا گھر بناتے یا بنانے کی آرزو کرتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جس کا دل قابو میں ہو، اور وہ شخص جو اپنے دل پر قابو نہ رکھتا ہو، ان دونوں کو جنگل یا پہاڑ پر رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں کہ جس کا دل قابو میں نہیں جہاں بھی رہے گا تکلیف میں رہے گا اور جس کا دل اس کے قابو میں ہوگا، جہاں بھی رہے گا آرام میں رہے گا۔

○

وہ دُھن پیدا کرو، کہ مَن، تو ہو جائے
اِک ہُو میں ہوائے نفس، سب چُھو ہو جائے
دنیا یہ ہے ـــ کہ غیر پہ قبضہ ہو
اور دین یہ ہے ـــ کہ خود پہ قابو ہو جائے[1]

○

کعبہ و دیر پہ موقوف نہیں ہے امجد
رحمتِ عام کی ہر سمت گھٹا چھائی ہے
فکرِ خلوت میں کہاں پھرتا ہے جنگل جنگل
بند کر آنکھ، یہی گوشۂ تنہائی ہے

---

[1] لیس الشدید بالصرعة، انما الشدید الذی یملک نفسه، یعنے بہادر وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے۔

نئی خوشی

القناعۃ مالٌ لاینفد (یعنی قناعت دولت لازوال ہے)

یاابن اٰدم عندک مایکفیک وانت تطلب مایُطغیک۔

یعنی اے انسان جو کچھ بھی تیرے پاس ہے وہی تیرے لئے کافی ہے لیکن تو تو ایسے ساز و سامان کا طالب ہے جو تجھ کو فرعون بے سامان بنادے۔

ایک دفعہ دفتر میں ہماری ترقی کے لئے صدر میں تحریک کی گئی۔ جواب وہی آیا جو ہم کو پہلے ہی سے معلوم تھا یعنی نمی تواند شد۔

ہم نے کہا الحمد لِلّٰہِ ربّ العالمین

○

دستِ ضیا وپنجۂ گلچیں سے بچ گیا

اچھا ہوا کہ غنچۂ دل، گُل نہیں ہوا

ہر اک کو، رنج ہے کہ ترقی نہیں ملی

میں، خوش اسی میں ہوں، کہ تنزل نہیں ہوا

حق تلفی

ماقدروا اللہ حق قدرہٖ یعنی اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہیں کی گئی۔

ہم یہاں جس سے بھی سنتے ہیں، یہی سنتے ہیں کہ ہماری بڑی حق تلفی ہوئی۔ ہمارا حق مارا گیا۔ راستے میں، بازار میں، مسجد میں، مندر میں، جلسے میں، محفل میں جہاں دو چار آدمی جمع ہو جاتے ہیں، ہر جگہ یہی آواز کانوں میں آتی ہے اور ہر مجلس میں یہی ایک مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔

اس وہمی اور ناحق، حق کے حصول میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں، آستانوں کی جبہ سائی کی جاتی ہے، بڑی بڑی سفارشیں پہونچائی جاتی ہیں مگر ہوتا وہی ہے جو ہونا ہے۔

اُس سے خواہش کروں، کہ اِس سے مانگوں؟\
کچھ بھی حاصل نہیں ہے، جس سے مانگوں\
پہلے، مجھے حق کیا ہے؟ — اگر کچھ ہے بھی\
حق اپنا، سوائے حق کے، کس سے مانگوں

دنیا نہیں، اپنی کامرانی کے لئے\
مجلس یہ نہیں، مرثیہ خوانی کے لئے\
جب ماقدروا اللہ خدا کہتا ہے\
کیا روتے ہو، اپنی قدردانی کے لئے

رنج وہ مسرّت

لا تفرح - ان اللہ لا یحب الفرحین -

یعنی بہت خوشی مت کرو، کیوں کہ اللہ بے ہودہ ہنسنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

سر خاک بسر ہے، سرکشی کے پیچھے
اک دل شکنی ہے، دل کشی کے پیچھے
ایک، ایک کی تاک میں لگا رہتا ہے
غم ہے مرے پیچھے
میں خوشی کے پیچھے

جب تک مسرت کی طلب میں، ہم مسرت کے پیچھے دوڑتے رہیں گے اس وقت تک ہم غم کی گرفت میں نہیں آ سکتے لیکن حصول مسرت کے بعد جب ہماری دوڑ ختم ہو جاتی ہے اور ہم مسرت کو پا کر ٹھہر جاتے ہیں تو خوشی کے پیچھے پیچھے آنے والا غم ہمارا ٹیٹوا دبوچ بیٹھتا ہے واہ جی واہ

اس قسکر ترقی میں امجد! کیا جان کو کاہش ہوتی ہے
دم بھر کے لئے جو ہنستے ہیں وہ دھوپ میں بارش ہوتی ہے

○

دم بھر کی شگفتگی پہ لعنت بھیجو اس برق نما ہنسی پہ لعنت بھیجو
آغاز، انجام جس کا غم ہی غم ہو امجد! ایسی خوشی پہ لعنت بھیجو

اس عالم ظاہر کا عجیب عالم ہے
ماتم میں ہے عیش، عیش میں ماتم ہے
غم وجہ خوشی ہے، اور خوشی موجب غم
یعنی غم میں خوشی، خوشی میں غم ہے

○

لیس بمومن مستکمل الایمان من لم یعُدّ البلاء نعمۃً والرخاء مصیبۃً لان البلاء لا یتبعہُ الا الرخاء وکذالک الرخا لا یتبعہ الا البلاء والمصیبتہ (کنز العمال جلد اول)

کامل مومن وہی ہے جو مصیبت کو راحت، اور راحت کو مصیبت سمجھے کیوں کہ راحت کے پیچھے مصیبت لگی ہوئی ہے اور مصیبت کے پیچھے راحت۔

ہر قطرۂ اشک را بگوہر گیرند
این دیدۂ تر بجام کوثر گیرند
کس چیز شکستہ را نگیرد، بابیچ
امادل بشکستہ، گراں تر گیرند

رستے کی ملاقات

من تقرب الیّ شبراً تقربتُ الیہ ذراعاً من تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا واذا اتانی یمشی آتیتہ ھرولۃً - جب ہم ان کی طرف ایک ہاتھ بڑھتے ہیں تو وہ ہماری طرف دو ہاتھ بڑھتے ہیں۔ جب ہم ان کی طرف معمولی چال سے قدم اٹھاتے ہیں تو وہ ہماری طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔

باہم یہی عشق کی کرامات رہی'
ہر دم یہی کیفیتِ جذبات رہی
نکلا میں اِدھر سے' وہ اُدھر سے نکلے
ان کی' مری' رستے کی ملاقات رہی

باطل کی حق نمائی

الاشیاء تعرف باضدادها۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔
الحمد للہ الذی خلق السمٰوات والارض وجعل الظلمات والنور

یعنی خدا نے زمین و آسمان اور نور و ظلمت کو پیدا کیا۔

ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ کائنات کا کوئی ذرّہ بیکار نہیں بنا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ ہر بیکار سی بیکار چیز بھی جس کو ہم اپنی لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے بیکار سمجھتے ہیں اس کا علم یا اس کی حقیقت معلوم ہو جانے پر اتنی ہی مفید اور کارآمد معلوم ہوتی ہے۔

ہیں دونوں جہاں کسی کی رونق کیلئے — ہر قید ہے رہبری مطلق کے لئے
پہلے تو وجود ہی نہیں باطل کا — گر ہے بھی تو ہے معرفت حق کیلئے

اس جسم سے معلوم ہوا جان بھی ہے — مشکل سے ہوا علم، کہ آسان بھی ہے،
شر سے، تفسیر معنی خیر ہوئی — شیطاں نے کہا، کہ کوئی رحمان بھی ہے

پُر ہو کہ تہی ہو، جام، لے لیتا ہوں — پختہ ہو ثمر، کہ خام، لے لیتا ہوں
سر پہ ہے سوار جب سے حق کا سودا — باطل سے بھی اپنا کام لے لیتا ہوں

دنیا میں سب اختلاف سے رونق ہے ہر ایک عرض میں جوہر مطلق ہے
اے باطل و حق میں فرق کرنے والو باطل ہو کہ حق، دونوں کا خالق حق ہے

باطن میں ہے ایک سارا عالم
ظاہر میں تو ایک اک کی ضد ہے
کیا ہوں؟ میں ہے اختلاف سارا
میں ہوں۔ میں ہر ایک متحد ہے

اعتباری ہے یہاں سب خیر و شر
اصل فطرت میں برے بھی نیک ہیں
باجماعت پڑھتے ہیں ہم جب نماز
اس کا مطلب یہ کہ
ہم سب ایک ہیں

ہے جلوۂ ذات پاک ساری دنیا آمیزش باطل سے ہے عاری دنیا
اس سارے جہاں کی حقیقت حق ہے ہے صورت علم حق ہماری دنیا

واعف عنا۔ واغفرلنا۔ وارحمنا۔ انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین

ہم کو معاف کردے۔ ہم کو بخش دے۔ ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا مالک ہے۔ کافروں پر ہم کو فتح دے

اے جان و دل کے مالک ہمارے پچھلے گناہ معاف کردے۔ ان کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کردے۔ اور آئندہ گناہ کرنے سے ہم کو بچالے۔ ہمارے قوائے نفسانی پر ہم کو غالب کردے اور ان ظالم اور کافروں کی غلامی سے ہم کو بچالے۔

○

مالک مرے جان و دل سے تیرا ہوں میں
تو خوب سمجھتا ہے مجھے کیا ہوں میں
میں اور کروں نفس کی غلامی توبہ
اللہ اللہ تیرا بندہ ہوں میں

دوائے عصیان

مَن عمل منکم سوءً بجهالۃ ثم تاب من بعدہٖ واصلح فانہ غفور الرحیم

یعنی تم نادانی کی وجہ سے اگر کوئی گنہ کر بیٹھو لیکن اس کے بعد توبہ کرکے اصلاح حال کرلو تو خدا تمہارے گناہ ضرور معاف کر دے گا۔

ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السئیات ۔

وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

ان التوبۃ تغسل الحوبۃ — توبہ انسان کے گناہ دھو دیتی ہے *

نادانی سے پہلے تو خطا کرتے ہیں — ہٹ کر کے پھر اور بھی بُرا کرتے ہیں
جب تم سے کوئی گنہ ہو۔ توبہ کرلو — میلے کپڑے کو دھو لیا کرتے ہیں

○

جان اور دل کی جلا ہے رونا دھونا — فضل و کرم خدا ہے رونا دھونا
اشکوں سے گنہ کے داغ دھل جاتے ہیں — کیا خوب محاورہ ہے "رونا دھونا"

○

دل پر جو اثر کرے وہ تحریر یہ ہے — گویا لب خاموش کی تفسیر یہ ہے
میرے رونے پہ ان کو پیار آ ہی گیا — تقدیر بدل دینے کی تدبیر یہ ہے

---

* لکل داءٍ دواءٌ ودواءُ الذنوب الاستغفار
یعنی ہر بیماری کی دوا ہوتی ہے اور مرض گناہ کی دوا استغفار ہے۔

شوقِ دیدار

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا و کلمہ ربّہٗ قال رب ارنی انظر الیک الخ

یعنی جب موسیٰ کوہ طور پر آئے اور اپنے خدا سے گفتگو کی تو اثنائے گفتگو میں کہا اے میرے مالک جب کان تیری آواز سنتے ہیں تو آنکھیں دیکھنے کے لئے بےچین ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ تو اپنا جلوہ دکھا دے۔ حکم ہوا کہ تم ہم کو دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن

○

محرومیٔ گذشتہ پہ ہم کیوں کریں قیاس
شاید بدل گئی ہو طبیعت حضور کی

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

○

ساقی! ترے در پہ تشنہ کام آیا ہے
ٹوٹے ہوئے دل کا لیکے جام آیا ہے

دل میں سو حسرتیں لئے آیا ہوں
ہیں دیدۂ دیدار طلب لایا ہوں

آئینۂ دل مجھ سے مکدّر کیسا
پردہ، بندے سے، بندہ پرور کیسا

دریا دیکھا، ہر ایک صحرا دیکھا
اس باغ جہاں کا پتّہ پتّہ دیکھا

دُنیا کا ہر ایک ذرّہ ذرّہ دیکھا
دیکھا نہ تجھی کو جب، تو پھر کیا دیکھا

اب کچھ دیکھا ہے اور جب کچھ دیکھا
دنیا میں ترے سوائے سب کچھ دیکھا

ہیں دید سے محروم طلبگار آنکھیں
کیوں دی گئیں مجھ کو ایسی بیکار آنکھیں

جو تجھ کو نہ دیکھے اس سے تو کور اچھا
ایسے زندہ سے زندہ در گور اچھا
ہر ایک سے کیوں نہ موڑ لوں میں آنکھیں
جی چاہتا ہے کہ پھوڑ لوں میں آنکھیں

○

جب حد سے گزر گئی شکایت میری
بے طرح بگڑنے لگی حالت میری
معلوم ہوا — کہ کوئی نزدیک آیا
چپکے سے کسی نے کان میں فرمایا
اللہ اللہ، ہم سے اتنا شکوہ
کیا یاد نہیں ہے خرّ موسیٰ صَعِقا
ایک جلوے میں ایک حشر برپا دیکھا
تم نے دیکھا؟ کلیم نے کیا دیکھا
ایک آن میں ہستی سے گزرتے ہی بنی
دو باتوں سے توبہ توبہ کرتے ہی بنی

○

کیوں میرے فراق کا تجھے ماتم ہے
کیوں مجھ کو نہ دیکھنے کا تجھ کو غم ہے
تو دیکھ کے مجھ کو — کیا کرے گا امجد
میں دیکھ رہا ہوں تجھ کو — یہ کیا کم ہے

○

اس جواب اور تفہیم کے بعد۔

گردش پاؤں میں، دل میں سوزش نہ رہی
سینہ میں کھٹکتی ہوئی کاوش نہ رہی
کانوں سے سنا ہے اس قدر ذکر تیرا
اب آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش نہ رہی

○

بالفرض، بزعم خود، تجھے دیکھ بھی لیا تو یہ کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے
کہ فی الحقیقت اور سچ مچ تجھی کو دیکھا لا تدرکہ الابصار

تو اور امجد کے روبرو کیوں کر ہو؟

تیری مری بات دو بدو کیوں کر ہو؟

آنکھوں کی یہ خواہش ہے کہ تجھکو دیکھیں

آنکھیں جسے دیکھ لیں وہ، تو کیوں کر ہو

رویت بالواسطہ

لن ترانی ولکن انظر الی الجبل ۔

اے موسیٰ تم مجھے بحیثیت ذات وحقیقت نہیں دیکھ سکتے ۔ پھر بھی اگر دیکھنا ہی چاہتے ہو اور تجلی ذات کے دیدار کے مشتاق ہی ہو تو جبل طور کے پردہ میں (بشرطیکہ وہ بھی اس کا متحمل ہو سکے) ہمارے جلوہ کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔

وہ پردہ میں اپنا جلوہ دکھلاتا ہے

تنزیہ کو تشبیہ سے سمجھاتا ہے

اس کو تنہا کسی نے دیکھا ہی نہیں

جب آتا ہے

کسی کے ساتھ آتا ہے

ربی الاعلیٰ

سبحان ربی الاعلیٰ!

یاد ہے مجھ کو ایک عمل اعلیٰ
یعنی سبحان ربی الاعلیٰ

ہر چند بڑی ہی شان والا ہوں میں
خود اپنی سمجھ سے آپ بالا ہوں میں
جب اس کو پکارتا ہوں ربی کہکر
ہوتا ہے یہ ارشاد کہ اعلیٰ ہوں میں

○

اس ارشاد عالی کا جواب، بندۂ ادنیٰ کی طرف سے :-

تو، میرے وجود کا سبب ہے کہ نہیں؟
تیرا بندہ یہ بے ادب، ہے کہ نہیں
اعلیٰ ہی سہی، ارفع ہی سہی، لیکن پھر بھی
ربی! اے ربی!
تو میرا رب ہے کہ نہیں

خدا اور خودی

الف وفی الارض ایاتٌ للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون۔

خدا پر یقین رکھنے والوں کو ساری کائنات میں جلوہ خدا نظر آتا ہے۔
اگر تم غور کرو تو خود تم بھی مظہر جلوات الہی ہو لیکن افسوس تو یہ ہے کہ تم ادھر
متوجہ ہی نہیں ہوتے۔ اگر غور کرو تو تم اپنی ذات میں، ذات حق، اور اپنے
صفات میں صفات حق اور اپنے افعال میں، افعال الہی کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔

س طرح میں آپ کو ٹٹولوں — کس کانٹے میں اپنا وزن تولوں
خفی ہے اسی میں سر کونین — کیوں کر گرہ وجود کھولوں

○

ہرو کو سمجھتا رہا رہبر برسوں — ہر ایک کے قدموں پہ رکھا سر برسوں
دوڑا ہر سمت، خود میں آنے کیلئے — ڈھونڈا عالم کو، اپنے پانے کیلئے
رایک کو حال دل سنایا میں نے — ہر اک دروازہ کھٹکھٹایا میں نے
رایک کے آگے ہاتھ جوڑے میں نے — پھر پھر کے جہاں میں پاؤں توڑے میں نے
ایہ ڈھل جائے قلب کی تاریکی — ہر شخص کی میں نے کفش برداری کی

افسوس، کہیں دل کی کلی کھل نہ سکی
اکسیر تو خیر، خاک بھی مل نہ سکی

در در پھر کر، پھر اپنے در پر آیا
در کھول کے اپنے گھر کے اندر آیا

معلوم تھا مجھ کو بحر و بر کا رستہ
پر یاد رہا نہ اپنے گھر کا رستہ

جب ہادی مطلق نے کرم فرمایا
آفاق سے انفس کی طرف پلٹایا

جب آب و ہوائے دہر ناساز آئی
فی انفسکم، کی دل سے آواز آئی

میرے ہی مکان سے وہ ناگہ نکلا
سمجھا تھا جسے دور، وہ ہمرہ نکلا
میں، محو رہا نفی میں جس کی دن رات
آخر میں، وہی اِلٰہ — اللّٰہ نکلا

○

جس وقت یہ نفس، روح سے زیر ہوا
آفاق کی گردشوں سے، جی سیر ہوا
میں کس چکر کے بعد پہونچا مجھ تک
سیدھے رستے میں بھی بڑا پھیر ہوا

○

اے چشم نگر، نور مجرد آمد
اے گوش، شنو کہ صوت سرمد آمد
غیر تو، کہ آید بہ نہاں خانہ تو؟

کھلتا نہیں، شخص ہوں کہ سایہ ہوں میں
فی الاصل اپنا ہوں یا پرایا ہوں میں
منسوب نہ کیوں ہو مجھ سے اس کا ہر فعل
اس کی صورت پہ بن کر آیا ہوں میں

ب

اس غیر پسند نفس پر جور کرو
آفاق سے ہٹ کے، آپ میں غور کرو
جب خود ہو قریب، دور کیوں جاتے ہو
جب تم میں ہے نور، طور کیوں جاتے ہو

رستہ ہے یہی، کہ اپنے پیچھے ہو لو
ہے لعل اسی میں اپنی گٹھڑی کھولو
جب، ہم کبھی آپ میں اتر جاتے ہیں
عرش اعلیٰ سے بھی گزر جاتے ہیں

ج

اس سر بفلک دماغ کو خاک کریں
قصہ اپنے وجود کا پاک کریں
سو پردوں کو چاک کر کے بھی کچھ نہ ملا
اب آؤ، کہ اپنا جیب دل چاک کریں

امجد! ہر سمت آنا جانا کیسا
جنگل جنگل یہ خاک اڑانا کیسا
کرتا ہے تو کس کی جستجو، دیوانے
کھویا ہی نہ تھا تو اس کا پانا کیسا

جس کی ہے تجھے چاہ، وہ تو ہی تو نہیں
اس چرخ بریں کا ماہ تو ہی تو نہیں

امجد! بکشا درے، کہ امجد آمد

○

اندھیر کہیں ایسا، تم نے نہ سنا ہوگا
دولت مرے گھر میں ہے پر ہاتھ نہیں آتی
وہ مجھ میں ہے اس پر بھی میں اسکو نہیں پاتا
گو، ہاتھ میں طاقت ہے۔ پر، ہاتھ نہیں آتی

○

سب کچھ اپنے میں جمع رکھ کر
دل، دل جمعی کو ڈھونڈتا ہے
بندہ ہے خدا کی جستجو میں
کپڑا، روئی کو ڈھونڈتا ہے

○

ہر چند کہ در ظہور سست آمدۂ
اما بکمال، از ہمہ چست آمدہ
اے مظہر کامل صفات و اسما
دیر آمدۂ۔ مگر درست آمدۂ
جماد[1]۔ نبات[2]۔ حیوان[3]۔ انسان[4]۔

○

ذرے ذرے کو مستقل پاتا ہوں
ہر عضو میں کیفیت دل پاتا ہوں
واجب سے ملی ہوئی ہے ممکن کی کڑی
ہر جزو کو کل سے متصل پاتا ہوں

○

اے طالب حق! سمجھ حقیقت اپنی
جو ہے تیرے ہمراہ
وہ تو ہی تو ہنیں

د

کہیں سر ہوں میں، اور کسی جا قدم ہوں
کہیں، چشم فتاں کی تصویر ہوں میں
کہیں، جلوۂ ماہ رخسار ہوں میں
کہیں، صورت لب، کسی جا ذقن ہوں
کہیں، شکل دل ہوں، کسی جا زباں ہوں
کہیں، شان ہوں میں، کہیں آن ہوں میں
کسی جا تخیل، کسی جا بیاں ہوں

کہیں ہوں حدوث اور کسی جا قدم ہوں
کہیں، حد ابرو کی شمشیر ہوں میں
کہیں، خال بن کر نمودار ہوں میں
کسی جا دہن ہوں، کسی جا سخن ہوں
کہیں پوست ہوں، اور کہیں استخواں ہوں
کہیں جسم ہوں میں، کہیں جان ہوں میں
کسی جا عیاں ہوں، کسی جا نہاں ہوں

وجود، ایک ہے، اور تعین ہزاروں
مری ایک ہستی میں ہیں گن۔ ہزاروں
ہے مرآۃ مطلق کا جوہر تعین
کہ ہویّت کا ہے خاص مظہر تعین
ہے توحید اصلی ـــ دوئی اعتباری
بنے نور واحد سے ـ نوری وناری

بمن منکشف گشت این نکتہ ناگاہ

ز الحمدللہ "____" الحمدللہ "

۵

کون ہوں کیوں ہوں اور کیا ہوں میں — کوئی کہہ دے کہ کیا بلا ہوں میں

کبھی موجود ہوں کبھی معدوم — فی الحقیقت نہیں ہوں یا ہوں میں

کیا یہی ہے تجدد امثال — کبھی اچھا، کبھی برا ہوں میں

رات دن اتصال ہے بے فصل — اس پہ بھی آپ سے جدا ہوں میں

فرق خواب و خیال میں کیا ہے — جاگتا ہوں کہ سو رہا ہوں میں

اپنے خوابوں میں اور خیالوں میں — رات دن کس کو ڈھونڈتا ہوں میں

سن رہا ہوں میں کس کے کانوں سے — کس کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں

کیا یہ میرا وجود، میرا ہے — خود نما ؟ یا خدا نما ہوں میں

اس کا ہو جاؤں گا غلام امجد

جو بتا دے مجھے کہ کیا ہوں میں

و

ہمہ او، یا ہمہ از دست بگو — ہست حادث ہمہ ز ذات قدم

امجد این ست حاصل توحید — حق، وجود و تو عکس عالم

فی الحقیقت وجود و ذات یکیست ذات با مختلف صفات یکیست

نور در جان و جاں بہ تن آمد
در تعین بنام من آمد

○

اک غنچۂ سربستہ کسی باغ میں تھا ناگہ اس کے قریب اک پھول کھلا
اس غنچے کو رنگ و بوئے گل نے مارا ہو کر حیران رہ گیا بے چارا
نظارۂ حسن گل سے دیوانہ ہوا وہ آتش خاموش پہ پروانہ ہوا
آخر فکر و حال میں ڈوب گیا ہمت کرکے قریب محبوب گیا

پوچھا کہ ترے وصل کی صورت کیا ہے
گل نے ہنس کر کہا:۔
کہ زحمت کیا ہے
فیضان نسیم صبح سے مل کر دیکھ
تو خود بھی تو پھول ہے
ذرا کھل کر دیکھ

○

دولت کی ہوس، خواہش دربا نہیں یہ بندۂ حق بُت کا پرستار نہیں
جو کچھ مجھ میں ہے میرا مجھکو دیدے

میں تجھ سے زیادہ کا طلبگار نہیں

○

7

گردون وزمین و باغ وصحرا ہم ہیں گرداب و حباب و موج و دریا ہم ہیں
دِل میں ہے تخیلات کی اِک دنیا
ہم ہیں دُنیا میں ؟
یا ہے دُنیا ہم میں ؟

○

صحرا جس کا ہے ہُو۔ وہ آہو ہوں میں اس پردہ من میں مظہر تو ہوں میں
میں ہوں، میں ہوں، ہے سدِباب دَرِ ہُو جب نون کی نفی ہوگئی، ہُو ہوں میں

○

تیرا جلوہ جہاں میں ہر سُو ہے ہر اسم و صفت میں تیری ہی خوبُو ہے
آئینہ لا الہ الا اللہ میں
میں نے دیکھا ہے:۔
میں نہیں ہوں،
تو ہے

○

پیش نظر، اے حاضر و ناظر ہو جا اے غیب میں رہنے والے! حاضر ہو جا

میں کیا ہوں سمجھتی نہیں دُنیا مجھ کو

میرے باطن!

تو میرا ظاہر ہو جا
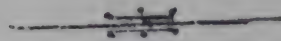
ہر رنگ نمود را نمایندہ توئی

از جلوۂ خود ہوش ربایندہ توئی

من چوں نہ کنم بہر نفس بایں نقش

در ہر نفسے چوں نقش آیندہ توئی

لَاتُدرِکُہُ الاَبصَارُ

مادّہ اور خدا

ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ برکلے نے مادہ کے متعلق بہت
کچھ لکھا ہے مگر پھر بھی کچھ نہ لکھ سکا یعنی یہ نہ سمجھ سکا کہ مادہ کیا ہے۔ بعض
لوگ مادے کی تعریف قابل ابعاد ثلاثہ (طول عرض عمق) کہہ کر ختم کر دیتے ہیں۔
بات گئی گذری ہو گئی۔
ایک دفعہ تلاوت قرآن کریم میں لاتدرکہ الابصار پر نظر پڑی
یعنے خدا وہ ہے جو ادراک میں نہ آسکے۔
اس کے بالعکس مادے کی تعریف خود بخود اس طرح ہو جاتی ہے کہ
مادہ وہ ہے جو ادراک میں آسکے۔

○

ہے اور یقینی ہے، یہی سب کی صدا ہے
لیکن، نہیں معلوم، کہ وہ کون ہے، کیا ہے
کیا کوئی کہے اس کی حقیقت کہ وہ کیا ہے
ہاتھ آئے تو بت،
ہاتھ نہ آئے تو خدا ہے
لاتدرکہ الابصار

کلمۂ توحید

لا اله الا الله   یعنی   لا معبود الا الله

پوجاپاٹ، پرستش، عبادت کے دو ہی سبب ہوتے ہیں۔ خوف یا رجا کائنات
کا ہر ذرہ خوف و رجا، امید و بیم، خیر و شر، نفع و نقصان کا مجموعہ مرکب ہے
آنِ واحد میں دونوں صفتیں برابر اپنا کام کرتی ہیں۔

سی خوف و رجا کی وجہ سے سارے عالم نے سارے عالم کو اپنا مسجود و معبود
ا رکھا ہے اسی لئے اس کثرت پرستی سے بچانے اور اس ہمہ گیر عذاب
سے چھڑانے کے لئے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لا اله الا الله
سبق پڑھایا۔ سچے دل سے لا اله الا الله کہنے والا کثرت پرستی کے جہنم
سے نجات پاکر وحدت پرستی کی جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک یا ہر
ب! من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔

س کلمہ توحید کا یہ مفہوم ہے کہ ساری کائنات کے خوف و رجا کا اصلی
ز اس کائنات کے ماوریٰ کوئی اور ہستی ہے۔ جس کو ہم 'واجب الوجود'
ط الکل' خالق الارض والسموات سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ مادی کائنات
ں ہستی غیب الغیب کا مظہر اور آئینہ ہے اور یہی توحید' اور یہی مفہوم'

اسلام کا سرمایہ ناز ہے۔ جو کچھ بھی ہم دیکھتے ہیں محض ایک پرتو ہے اور ہم سب بھی اپنی اپنی جگہ کسی ایسی عظیم الشان حقیقت کا پرتو ہیں جس کے انوار و تجلیات کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔

○

واقف ہے حقیقت سے جو حق آگہ ہے

دنیا میں نجات کی یہی اک رَہ ہے

لاخوف ولا رجاءَ الابالله

— یہ معنی لا الٰہ الا اللہ ہے

○

کچھ عجب ہے یہ مادّی دُنیا

دُور تک اس کا دَور جاتا ہے

شمع، پروانے کو جلاتی ہے

شمع کو بھی کوئی جلاتا ہے

توحید

أ أرباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار

بہت سے الگ الگ معبود اچھے یا سب پر غالب اور ایک خدا اچھا ؟
ایک غالب الکل اور محیط الکل معبود کی عبادت آسان ہے یا لاکھوں کروڑوں کی ۔ ایک ، نہیں تو پھر ہر ایک ۔

توحید کے اثبات میں یہ استفساری دلیل ایسی لاجواب اور قریب الفہم ہے جس کو ہر معمولی فہم اور فراست والا بغیر کسی حجت اور دلیل کے قبول کر لیتا ہے ۔ اس آیت سے ہم بھی بہت متاثر رہے ہیں ۔ ناظرین بھی غور فرمالیں

○

جو ایک کا ہو گیا وہ مسرور ہوا — کثرت میں جو پھنس گیا ، وہ رنجور ہوا

لاکھوں تاروں پہ ، رات اندھیری ہی رہی
دن اک سورج سے بقعۂ نور ہوا

اأرباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار

اعمل لوجہ واحد یکفیک الوجوہ کلھا ۔ تم صرف ایک کے ہو جاؤ پھر سب تمہارے ہو جائیں گے ۔

سینکڑوں موجیں ہیں ، دریا ایک ہے — عالم کثرت کا منشا ایک ہے

دو جہاں کا کارفرما ایک ہے
ہے یہی ایک بات جان معرفت
گرچہ ہیں اعداد لاکھوں ان گنت
لیکن امجد سب کا مبدا ایک ہے

(۱) سے (۲) بنائے (۲) سے (۳) بنائیے۔ (۱) سب میں برابر طور پر مشترک پایا جائیگا۔ (۲) کیا ہے؟ ۱ + ۱ کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح (۳) کیا ہے؟ ۱ + ۱ + ۱ کا مجموعہ ہے۔ یہ بات بھی حیرت خیز ہے کہ (۱) سے تمام اعداد بنتے ہیں مگر (۱) خود عدد نہیں ہے کیوں کہ عدد مجموعہ حاشیتین کے نصف کو کہتے ہیں جیسے (۲) اس کا ایک حاشیہ (۱) ہے اور دوسرا حاشیہ (۳) اب (۱) + ۳ = ۴ ہے اور (۴) کا نصف (۲) ہوتا ہے۔ اسی طرح ۴ کو لیجئے اس کا ایک حاشیہ (۳) ہے اور ایک حاشیہ (۵) ہے ۳ اور ۵ کا مجموعہ (۸) ہوتا ہے۔ (۸) کا نصف (۴) اسی طرح تمام اعداد میں عمل کرتے جائیے ہر عدد، مجموعہ حاشیتین کا نصف ہوگا۔ لیکن (۱) پر عدد کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس کے لئے حاشیتین ہی نہیں ہیں۔ تا بہ تنصیف چہ رسد لیس کمثلہ شیئی۔ کوئی شئے اس کی مثل نہیں ہے اور مثل کیوں کر ہوسکتی ہے کیوں کہ وہ شئیت میں کسی کا مماثل نہیں ہے۔ شئے کی تعریف تو یہ ہے کہ وہ جانی جائے یا اس کی خبر دی جائے اور وجود حقیقی اس سے بالاتر ہے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون۔

احکم الحاکمینؑ

اِنِ الحکمُ اِلّا اللہ

سار ی حکومت اللہ ہی کی ہے

ولا تخافوا ھم وخافونی اِن کنتم مومنین

اگر تم اللہ والے ہو تو اللہ کے سوا کسی کی پروا نہ کرو۔

آنکھیں دیکھتی ہیں اور ضرور دیکھتی ہیں لیکن کب ؟ جب میں چاہوں

کان سنتے ہیں اور ضرور سنتے ہیں لیکن کب ؟ جب میں چاہوں

ناک سونگھتی ہے اور ضرور سونگھتی ہے لیکن کب ؟ جب میں چاہوں

زبان چکھتی ہے اور بولتی ہے لیکن کب؟ جب میں چاہوں

وقس علیہا البواقی

اسی طرح آگ جلاتی ہے۔ پانی ڈبوتا ہے، ہوا اُڑاتی ہے۔

زمین دھنساتی ہے مگر کب؟ جب کہ خدا چاہے

اِلّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

کیوں خوف تعینات سے روتا ہے

ڈر کر ہر اک سے، جان کیوں کھوتا ہے

خنجر ہر چند کاٹتا ہے — لیکن

کب؟

جب کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے

لاشك ان مبدا افعال الانسان هی النفس الناطقة وصفاتها۔
والاختلاف فی الجوارح والآلات لایقدح فی وحدة الفاعل۔
کذالك کل ما یصدر من العالم انما هو فی الحقیقه من الله سبحانه وتعالیٰ

(قیصری
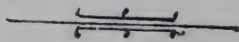
قابلِ جمع

ورحمة ربك خیرٌ مّما یجمعون

یعنی جمع کرنے کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز رحمت الٰہی ہے

ڈیوڑھی نہیں؟ در نہیں؟ کہ دربان نہیں
بلبل نہیں؟ گل نہیں؟ کہ بستان نہیں؟
ہے جمع جہان بھر کا سامان گھر میں
خاطر جمعی کا — کوئی سامان نہیں

ورحمة ربك خیرٌ مّما یجمعون

جمعیت مال و زر میں حکمت کیا ہے
تکلیف کی اس جمع میں، راحت کیا ہے
دولت حاصل تو کی بڑی محنت سے
یہ کہئے
کہ اب حاصلِ دولت کیا ہے

ورحمة ربك خیرٌ مّما یجمعون

یہ دولت و ملک و مال، سب فانی ہے
فانی کی ہوس، کمال نادانی ہے
وہ جمع کرو کہ جس سے دل جمعی ہو
یہ جمع، تو موجب پریشانی ہے

ورحمة ربك خیرٌ مّما یجمعون

راحت کے لئے دردِ محبت بس ہے عزت کے لئے عشق کی ذلت بس ہے

دولتمندوں کو ہو مبارک دولت

امجد کے لئے

خدا کی رحمت بس ہے

ورحمۃ ربک خیرٌ مما یجمعون

جانے بھی دے اگر گئی دنیا

رنج ہی کیا؟ — متاع کاسد کا

جمع سے تجھ کو کیا غرض امجد!

تو ہے بندہ خدائے واحد کا

ورحمۃ ربک خیرٌ مما یجمعون

خاک پاک

منها خلقنا کم و فیها نعید کم و منها نخرجکم تارۃ اُخریٰ

یعنی تم زمین ہی سے پیدا ہوئے ہو پھر زمین ہی میں سما جاؤ گے۔ پھر زمین ہی سے اٹھائے جاؤ گے

○

لحم، مقلوب محل ہے، اور محل ہے عین کاخ
کاخ کو بھی تم اگر مقلوب کر دو، خاک ہے
شاہد مقصود، دو پردے الٹ کر مل گیا
یعنی اپنا پیکر لحمی سراسر خاک ہے

○

خواہ تو ہو، خواہ میں ہو، خواہ بد ہو، خواہ نیک
خاک میں جو مل گیا، وہ سر سے پا تک پاک ہے
خاک ہوں، اور خاک پر ہوں، خاک ہی بن جاؤں گا
خاک ہی خوراک ہے، اور خاک ہی پوشاک ہے

○

خاک کیا ہے؟ ـــــ خاک ہے ایک پاک طاقت کا نزول

خاک سے خوراک ہے، خوراک سے ادراک ہے
ہستیٔ خاکی ہی کا صدقہ ہے ساتوں آسمان
شاہد اس میرے سخن پر معنیٔ لولاک ہے

○

ایں تودۂ خاک زہر و ہم تریاک است
ماہیت او، بعید از ادراک است
از خاک گریز نیست در موت و حیات
یک بر سر خاک و دیگرے در خاک است

○

ہر زندہ، ہمیشہ کے لئے زندہ ہے
کہتے ہیں جسے موت، وہ اک دھوکا ہے
مر کر، میں اگر خاک بھی ہو جاؤں تو کیا
ہر ذرۂ خاک، زندگی رکھتا ہے

بِینا اَندھا

مَن کان فی ھذہٖ الاعمیٰ
فھو فی الآخرۃ اعمیٰ

یعنی جو یہاں اندھا ہے
وہاں بھی اندھا ہے

○

کل شیخ نے مجھ کو کس حقارت سے کہا
امجدؔ تجھ کو خدا کا عرفان نہیں
سمجھا دیتا ہوں تجھ کو ایمان کی بات
عرفان اگر نہیں، تو ایمان نہیں

○

قرآن کی روشنی میں دیکھ اے اندھے
نابینا یہاں کا، واں بھی نابینا ہے
جس بندے کو اپنے رب کی پہچان نہیں
اس کا جینا بھی، آہ کچھ جینا ہے

○

ہم نے کہا، ہم نے تو بہت کوشش کی
لیکن وہ منہ چھپانے والا، نہ ملا
ساری دنیا کی خاک چھانی ہم نے
ہم کو، دنیا میں لانے والا، نہ ملا
میں کون ہوں، کیا ہوں، یہ تو معلوم نہیں

بندہ ہوں کسی کا۔ یہ تو دل مانتا ہے
میں نے اس کو اگر نہیں پہچانا
کیا ہرج ہے
"وہ تو مجھے پہچانتا ہے"

الحمد للہ رب العالمین

○

ہم نے سارا جہان چھانا بھی تو کیا

بے عقلیوں کو عقل کی، مانا بھی تو کیا

مرتا ہے خردمند بھی احمق کی طرح

جانا بھی تو کیا
اور ۔ نہ جانا بھی تو کیا

لیل و نہار

یقلبُ اللہ اللیل والنہار ان فی ذالک لعبرۃً لاولی الابصار

یعنی دن رات کی الٹ پلٹ میں، اہل نظر، صاحبان بصیرت، کے لئے بڑی ہی عبرت خیز کیفیتیں ہیں۔

کوئی پا رہا ہے، کوئی کھو رہا ہے
کوئی کاٹتا ہے، کوئی بو رہا ہے
کوئی جاگتا ہے، کوئی سو رہا ہے
کوئی ہنس رہا ہے، کوئی رو رہا ہے
یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے

کوئی تخت زریں پہ بیٹھا ہوا ہے
کوئی ہے کہ تختہ پہ لٹکا ہوا ہے
کوئی ہے کہ پھولوں پہ سویا ہوا ہے
کوئی ہے، کہ کانٹوں میں الجھا ہوا ہے
یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے

کلی کھلتی ہے۔ پھول مرجھا رہا ہے
کوئی نعمتیں، کوئی غم کھا رہا ہے
کوئی گھر، کوئی گور بنوا رہا ہے
کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے
یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے

ہر ایک سانس میں نفی و اثبات کیوں ہے
ہر ایک بات میں اک نئی بات کیوں ہے
یہ گرمی، یہ سردی، یہ دن رات کیوں ہے
یہ دن رات، گردش میں دن رات کیوں ہے

یہ کیا ہو رہا ہے ؟ یہ کیوں ہو رہا ہے

بہت میں نے دنیا کا چکر لگایا
یہ دنیا کا چکر سمجھ میں نہ آیا

تیری قدرتیں کون سمجھے خدایا
کسی نے ترا بھید اب تک نہ پایا

یہ کیا ہو رہا ہے ؟ یہ کیوں ہو رہا ہے

بادی النظر میں، ان گردش کرنے والی راتوں اور پلٹ پلٹ کر آنے والے دنوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ ہر دن ویسا ہی دن ہے، ہر رات ویسی ہی رات ہے، وہی چاند، وہی تارے، وہی سورج، وہی دھوپ وہی گرمی وہی سردی۔ اس مساوات میں تو کسی قسم کی کوئی تجدید یا اختلاف نظر نہیں آتا محض تکرار تو قانون قدرت کے سراسر خلاف ہے۔ پھر اس جگہ "لعبرۃً لاولی الابصار" کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔ غور سے ملاحظہ کیجئے۔

امجد صاحب! جو صاحب عرفاں ہیں
دن رات کے انقلاب سے حیراں ہیں

ہر صفحہ کا مضمون الگ ہوتا ہے
اوراق کتاب گرچہ سب یکساں ہیں

ان فی ذالک لعبرۃً لاولی الابصار

بظاہر بوجہ تعاقب امثال و تناسب احوال عالم ایک حال پر نظر آتا ہے۔ جیسے چراغ کی لو یا شعلۂ جوالہ یا آب رواں یا آب فوارہ سرعۃ آمد و رفت کی وجہ سے ایک امر ممتد اور مستمر محسوس ہوتا ہے۔

ہر چیز جہاں کی عجب ہے
ہر شئے سے ظہور شان رب ہے

دن رات کے واقعات تازہ مضمون کتاب روز و شب ہے

○

گمراہی ہیں، رستہ نہیں پاتا ہوں میں
اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھاتا ہوں میں
لیتا نہیں ماسبق سے عبرت کا سبق
آموختہ، بھول بھول جاتا ہوں میں

○

روز و شب دن رات چکر میں رہیں
قدرت حق کا یہی قانون ہے
ہر سحر، ہر شام، دیکھو غور سے
اس نئے صفحہ کا کیا مضمون ہے
فافھموا فتدبروا لعلکم تفلحون

دُور باعیان

ایک دفعہ ہم نے خواب میں دیکھا کہ

ہم سے بہت دور بہت لوگوں کا مجمع ہے اور کوئی بزرگ بڑے زور و شور سے وعظ فرما رہے ہیں۔ وعظ کے شوق میں ہم بھی دوڑے گئے۔ مگر ہمارے پہونچنے پہونچنے تک واعظ صاحب نے وعظ ختم کر دیا۔ صرف وعظ کے آخری جملے جو ہمارے کانوں تک پہونچے وہ یہ تھے۔...

"تم بہرے ہو جاؤ، تم اندھے ہو جاؤ، تم گونگے ہو جاؤ"

ہم ان جملوں پر غور کرنے لگے اور اس وعظ کا مفہوم ہماری سمجھ ہی میں نہ آیا کیوں کہ قدرت نے کان سننے کے لئے دئے ہیں —— پھر بہرے کیوں ہو جائیں
آنکھیں دیکھنے کے لئے دی گئی ہیں —— پھر اندھے کیوں ہو جائیں
زبان بولنے کے لئے دی گئی ہے —— پھر گونگے کیوں ہو جائیں
اسی غور و فکر میں مولوی رومی کا وہ شعر یاد آ گیا۔

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

مگر اس وقت اس شعر پر بھی طبیعت نہیں جمی۔ ہم پھر غور کرنے لگے۔ بہت غور و فکر کے بعد آخر اس کا حل اس طرح ہوا :-

تو کان کا کچا ہے، تو بہرا ہو جا　　بدبین ہے اگر آنکھ، تو اندھا ہو جا
گالی، غیبت، دروغ گوئی کب تک　　امجد! کیوں بولتا ہے گونگا ہو جا

ہم یہ رباعی کہہ کر بہت خوش ہوئے اور ایک بہترین اخلاقی سبق ہونے کی وجہ سے بعض دوستوں کو بھی اس کی نقل بھیجی۔

دو چار دن کے بعد پھر خواب میں مذکور الصدر حضرت واعظ سے ملاقات ہوئی وہ ہم کو دیکھتے ہی کہنے لگے۔ میاں! تم نے رباعی تو خوب لکھی ہے۔ لیکن اس دن وعظ میں میری بحث اور تقریر کا موضوع یہ نہیں تھا جو تم نے اپنی رباعی میں بیان کیا ہے یہ سن کر ہم کو بہت ہی افسوس ہوا۔ تھوڑی دیر حضرت واعظ کی صورت دیکھتے رہے۔ صورت دیکھتے دیکھتے عنوان مذکور پھر دوسرے مفہوم میں اس طرح ادا ہو گیا۔

مت سن پردے کی بات، بہرا ہو جا　　مت کہہ، اسرار غیب گونگا ہو جا
وہ روئے لطیف، اور یہ ناپاک نظر
امجد! کیا دیکھتا ہے؟
اندھا ہو جا

یہ رباعی سن کر حضرت واعظ نے ہم کو کھینچ کر سینے سے لگا لیا اور کہا اس وعظ میں میرا موضوع اور مبحث یہی تھا جو تم نے اب بیان کیا ہے۔ میرے تمام وعظ کا ماحصل ان چار مصرعوں میں ادا ہو گیا ہے۔

بارک اللہ - سبحان اللہ والحمدللہ -

پہلی رباعی (تو کان کا کچا ہے تو بہرا ہو جا) سن کر ایک بہت بولنے والی خاتون کئی دن کے لئے بالکل گونگی تھی - ۱۲

معلوم نہیں، برا ہوں، یا اچھا ہوں
اس نے جیسا بنا دیا ویسا ہوں
اِک حرف مرا ہو تو قسم لے لیجئے
کوئی کہتا ہے، اور میں لکھتا ہوں

توکّل

(۱) واعتصموا باللہ ھومولٰکم فنعم المولیٰ ونعم النّصیر۔
خدا کو مضبوط پکڑے رہو، وہی تمہارا مالک اور کیا ہی اچھا مالک اور کیا ہی اچھا دستگیر ہے۔

(۲) فتوکلوا علی اللہ اِن کنتم مومنین۔ اگر تم اللہ والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

(۳) من سرّہٗ ان یکونَ اقوی النّاس فلیتوکل علی اللہ۔ جو شخص دنیا میں ساری دُنیا پر غالب رہنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ خدا پر کامل بھروسہ رکھے۔

○

خدا پر توکل یا تقدیر پر ایمان کا ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم خدا کے بھروسہ پر مشکل سے مشکل کام میں ہاتھ ڈال دیتے اور ہر خوفناک سے خوفناک مقام میں کود پڑتے تھے۔ ذالک مبلغھم من العلم یا ایک یہ زمانہ ہے کہ اسی توکل علی اللہ یا تقدیر اور اسی وعظ و تلقین کے تحت ہم ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بن بیٹھے ہیں۔ ذالک مبلغھم من العلم [1]

---

[1] جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر بعض مجاہدین کہتے تھے جب حضور ہی نہ رہے تو اب لڑنے اور مرنے سے کیا حاصل ہے۔ بعض مجاہدین کہتے تھے جب حضور ہی نہ رہے تو اب جینے سے کیا حاصل ہے۔

جب مرنے کے نام پہ مرتے تھے
اب مرنے کے نام سے مرتے ہیں
مذہب ہے برائے نام وہی
اب لیکن اور ہی مشرب ہے

جب کہتے تھے کچھ کام کرو
اب کہتے ہیں کچھ بھی نہ کرو
تقدیر کے جب کچھ معنیٰ تھے
تقدیر کا اب کچھ مطلب ہے

○

کچھ کئے جاؤ لے کے نام خدا — کچھ نہ کرنا بڑی خرابی ہے
کامیابی کچھ اور چیز نہیں — کام کرنا ہی کامیابی ہے

○

راز اپنا اگر خود یہ ہویدا ہو جائے — انسان فرشتوں سے بھی اونچا ہو جائے
امجدؔ، وہ شخص کیا نہیں کر سکتا — جس کو اللہ پہ بھروسا ہو جائے

من سرّہ ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی اللہ

گردشِ روزگار

تلك الايام نداولها بين الناس

آن قدح بشکست وآن ساغر نہ ماند ۔ جائے ساغر گردش ایام ہے۔

(۱) مسلمانوں کا ایک وہ دور تھا کہ سیاست و مذہب؛ دین و دنیا کو ساتھ ساتھ لئے چلتے تھے۔ سابقہ تواریخ اور فتوحات اس کے شاہد ہیں۔

رجالٌ لاتلهيهم تجارةٌ ولا بيعٌ عن ذكر الله

(۲) دوسرا دور وہ آیا کہ واعظوں کی تبلیغ اور ان کی مختلف تخویف اور تحریص نے مسلمانوں کو دنیوی کاروبار سے الگ کر کے بالکلیہ عقبیٰ کی طرف متوجہ کر دیا اور اس دور ثانی میں سچ مچ سچے بزرگان دین، اقطاب ابدال پیدا ہو گئے جیسے جنیدؒ، شبلیؒ، بایزیدؒ بسطامی وغیرہم۔

(۳) تیسرا دور (دور حالیہ) وہ آیا ہے کہ ہم دین کے رہے نہ دنیا کے۔ دنیا تو دور دوم میں جا ہی چکی تھی اب حال کا حال بھی دیکھ لیجئے۔

کس شان سے شیخ خود نما بیٹھا ہے ‏ ‏ ‏ سچ مچ کوئی سمجھے کہ خدا بیٹھا ہے

صورت میں ہے بایزید

سیرت میں ہے یزید

چمڑے پہ ہرن کے بھیڑیا بیٹھا ہے

پیر و مرشد بھی عجب حضرت ہیں
ان کے ہر کام میں اک ندرت ہے

حق سے دعویٰ ہے محبت کا، مگر
اس کے بندوں سے بڑی نفرت ہے

ع اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ من یری الناس ان فیہ خیراً والاخیر فیہ ۔ کل کے دن وہ شخص سب سے زیادہ عذاب کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ جس کو عوام بادی النظر میں نیک سمجھیں گے لیکن فی نفسہٖ اس شخص میں ذرہ بھر بھی نیکی نہ ہوگی۔

یہ کیوں، وہ کیوں

وقال الانسان مالها

یعنی جب زمین کو زلزلہ ہوگا اور وہ اپنے تمام ذخائر باہر نکال پھینکے گی اس وقت علت اور سبب کو ڈھونڈنے والے فلاسفر اس کا سبب تلاش کریں گے کہ اس زمین کو کیا ہو گیا، کیوں اور کس وجہ سے اس میں چھپے ہوئے ذخیرے باہر آپڑے ہیں دنیا میں اکثر و بیشتر واقعات آئے دن ایسے ہوتے رہتے ہیں جن کا کوئی ظاہری سبب معلوم نہیں ہوتا مگر ہم ہیں کہ کوئی نہ کوئی سبب تلاش کرنا ضروری اور فرض سمجھتے ہیں اور مدتوں کی غور و فکر کے بعد غلط سلط کوئی نہ کوئی سبب قرار دے ہی لیتے ہیں ہمارے ایک دوست کسی واقعہ کے وقوع پر کہا کرتے ہیں کہ "سبب" پریشان پھر رہا ہے کہیں نہ کہیں اس کو ٹھکانے لگا دیجئے، اس سے ہوا اس سے ہوا کہے بغیر کبھی اور کسی طرح تسکین نہیں ہو سکتی۔

زید کی صحت خراب ہو گئی

کیوں خراب ہو گئی؟

اس لئے کہ اس نے کھانے پینے میں احتیاط نہیں کی

کیوں احتیاط نہیں کی؟

اس لئے کہ اس کو عقل نہ تھی

کیوں عقل نہ تھی ؟

اس کی فطرت ہی ایسی تھی

فطرت ہی ایسی کیوں تھی ؟

بس تھی۔

واہ کیا لاجواب، جواب ہے۔

ناقص العقل، عقل نے مارا — گر پڑا اد بدا کے بے چارہ

کبھی نکلے نہ عقل کی حد سے — دو قدم چل کے گر پڑے بُعد سے

اس سبب کی دریافت میں ایک عجیب اور حیرت خیز بات یہ بھی ہے کہ ہم دو مختلف اور متضاد واقعات کا ایک ہی سبب بیان کرتے ہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ ـــــ فلاں جگہ رہتے رہتے، اس جگہ سے محبت ہو گئی۔

کبھی کہتے ہیں کہ ـــ فلاں جگہ رہتے رہتے، اس جگہ سے نفرت ہو گئی

اب ظاہر ہے کہ نفرت اور محبت دو متضاد حالات ہیں لیکن ان دونوں میں "زیادہ رہنا" ہی ایک سبب قرار دیا گیا ہے اور ہم بغیر کسی اختلاف کے ان دو متضاد حالات کا ایک ہی سبب تسلیم بھی کر لیتے ہیں!

یہ ہے ہماری دلیل اور یہ ہے ہمارا سبب اور یہ ہیں ہمارے عقلی مسلمات واہ جی واہ۔

اس عالمِ تار میں اُجالا ہی نہیں
یاں ہوش کسی نے بھی سنبھالا ہی نہیں
یہ کیا، وہ کیوں، کہا کرو تم امجد
پر ــ کوئی جواب دینے والا ہی نہیں

○

اسباب و علل کا دَور کرتے رہیئے
اپنی فطرت پہ جوَر کرتے رہیئے
جو کچھ ہونا تھا۔ ہو چکا۔ رُک نہ سکا
اب کیوں ہوا ؟
اس پہ غور کرتے رہیئے

بارِ امانت

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض والجبال فابین

ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا۔

یعنی ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں کے سامنے پیش کی لیکن بوجہ گران باری ہر ایک نے اس کے لینے سے انکار کر دیا اور اس سے گھبرا اٹھے لیکن اپنے نفس پر ظلم کرنے والے اور اپنی قوت کو نہ جاننے والے انسان نے:۔

ایاك نعبد وایاك نستعین کہتے ہوئے اس کو اٹھا لیا۔

○

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عرضِ امانت کے وقت سب کے ساتھ ہم بھی موجود اور اس خلافت کے جلسے میں شریک تھے۔ امانت کی اہمیت اور اس کی گران باری سے دوسروں کی طرح ہم بھی اس بار امانت کو ناقابل برداشت سمجھ رہے تھے۔ لیکن کسی کی خاطر جان پر کھیل گئے اور بجولہ وقوتہ اس ناقابل برداشت امانت کو اپنے سر لے لیا۔

دل، جل کے چراغ سر محفل نکلا
لو عشق مرا، حسن کے قابل نکلا

بندہ، تری اس بندہ نوازی کے نثار
میں اور ترے امتحان کے قابل نکلا

○

تو ہے مجھے بزم میں بلانے والا
میں ہوں ترے دربار میں آنے والا
سر خم کئے، دست بستہ حاضر ہوں میں
اس بارگہ خاص کا شاعر ہوں میں

○

ظالم ہوں، جہول ہوں، گہنگار ہوں میں
کس منہ سے کہوں ترا طلبگار ہوں میں
میں کیا ہوں؟ جبال و آسمان کے آگے
کیا گرد کا ذکر، کاروان کے آگے
بحرِ ہستی میں مثل خاشاک ہوں میں
اِس پاک فضا میں تو دُہ خاک ہوں میں

○

وہ دیکھو۔ وہ آتا نظر آتا ہے کوئی
چہرے سے نقاب اپنے اٹھاتا ہے کوئی
جس کی ہیبت سے بجلیاں گرتی ہیں
نظارے سے جس کے پتلیاں پھرتی ہیں

○

منہ اپنا چھپا رہے ہیں آنے والے
سب خاک بسر ہیں سر اُٹھانے والے
سب لرزہ بر اندام نظر آتے ہیں
آتے ہیں، مگر ہوش اُڑے جاتے ہیں
سب صاحبِ عقل و ہوش، بے ہوش ہیں آج
بڑھ بڑھ کے جو بولتے تھے، خاموش ہیں آج

اُٹھی نہیں جب کہیں سے کوئی آواز
جب کوئی ہوا نہ اس صدا کا دمساز

میری غیرت میں ایک طوفان اٹھا
یعنی، لبیک کہہ کے، انسان اٹھا

دیوانے کو ایک ہُو کی آواز آئی
محبوب کی گفتگو کی آواز آئی

اِک شوق کے ساتھ دست محتاج بڑھا
فی احسنِ تقویم کا حسن آج بڑھا

سر دیدیا میں نے آبرو کی خاطر
ٹھکرا دیا میں نے 'میں' کو 'تو' کی خاطر

○

اِس سینہ میں کائنات رکھ لی میں نے
کیا ذکرِ صفات، ذات رکھ لی میں نے

ظالم سہی، جاہل سہی، نادان سہی
سب کچھ سہی، تیری بات رکھ لی میں نے

والحمد للہِ رب العالمین

کہتا ہے کوئی، تو نے محبت دی ہے
کہتا ہے کوئی، تو نے خلافت دی ہے
کیا چیز عطا ہوئی ہے معلوم نہیں
اچھی مجھے سربمہر امانت دی ہے

قبولیت دعا

اذاسئلک عبادی عنی، فانی قریب، اجیب دعوۃ الداع اذادعان

یعنی جب میرے بندے تم سے پوچھیں کہ خدا کہاں ہے تو تم کہدو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں اور اپنے پکارنے والے کی ہر پکار کا جواب دیتا ہوں۔

نئی دنیا والے قبولیت دعا کے قائل ہی نہیں ہیں ؎
اور پرانے لوگ شدت سے قبولیت دعا کے مدعی ہیں۔
دونوں اقوال متضاد باہم صحیح بھی ہیں، البتہ حیثیات کا اختلاف ہے۔
جس دعا میں شعور، اور تحت الشعور یا قوائے ظاہری و باطنی متفق ہو جاتے ہیں وہ دعا یقیناً قبول ہوتی ہے اور جہاں ان دونوں قوتوں میں اختلاف ہوتا ہے تو ایسی دعا صدا بصحرا ہو کر رہ جاتی ہے مثلاً۔

؎ سرسید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ دعا کرتے سے مسئول عنہ حاصل نہیں ہوتا۔ البتہ ایک قسم کی تسکین قلب نصیب ہوتی ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ مسئول عنہ کے عدم حصول پر تسکین ہونا بھی ایک قسم کی قبولیت ہے کیونکہ سب کچھ تسکین قلب ہی کے لئے کیا جاتا ہے مسئول عنہ حاصل ہوتا تو بھی تسکین ہی ملتی اور جب مسئول عنہ ملنے کے بغیر بھی تسکین ملتی ہے تو پھر مسئول عنہ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ہے

وہ حسب سوال اگر نہیں دیتا ہے
ملتا نہیں مقصود، تو تسکین ہی سہی

اچھا تو نہ دے، مجھے شکایت کیا ہے
تسکین کے بعد اور کیا ملنا ہے

زید ظاہری حالات کے اعتبار سے دولت کی دعا مانگتا ہے لیکن اس کے اندرونی قوی اس کی فضول خرچی، تباہ کاری، سیاہ کاری کے مد نظر اندر ہی اندر اس سے انکار کرتے ہیں جس کا علم بظاہر زید کو نہیں ہوتا۔ تو ایسی دعا یا خواہش کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔

.جہاں دونوں قوائے ظاہر و باطن متفق ہو کر کسی مقصود کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو ایسی توجہ یا دعا کا تیر بے خطا ہوتا ہے۔ کامل خواہش میں کامل قوت ہوتی ہے۔

بننے کے لئے ذرا بگڑ جانا ہے　　　ان کے قدموں میں صرف گر جانا ہے

دیکھیں پھر کس طرح نہیں دیتے ہیں

بندے کا کسی بات پہ اَڑ جانا ہے

()

پورا کرتے ہیں مدعا .... تڑپا کر

سنتے ہیں، غریبوں کی دعا .... تڑپا کر

جو کچھ ہم مانگتے ہیں ان سے ..... امجد!

وہ دیتے تو ہیں

مگر

ذرا ...... تڑپا کر

کیفیت درد اور بڑھا دے یارب
آئینہ قلب کو جلا دے یارب
جو در سے ترے کبھی نہ خالی پلٹے
کوئی ایسی دعا سکھا دے یارب ؎

○

اِک سانس میں سَو سوال کر جاتا ہوں
وہ ایک جواب بھی نہیں دیتا ہے
ہر چند وہ بولتا نہیں ہے مجھ سے
پھر بھی خوش ہوں کہ میری سن لیتا ہے

○

کیا ہی عالی مقام ہوتا ہوں میں
مستوجب فیض عام ہوتا ہوں میں
اللہ اللہ دعا بھی کیا نعمت ہے
اللہ سے ہم کلام ہوتا ہوں میں

○

میں چھوڑ کے تیرا در کہاں جاؤں گا
اپنا مقصود پھر کہاں پاؤں گا
اے میری نہ سننے والے، اتنا سن رکھ
محروم گیا آج، تو کل آؤں گا

○

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قادر مطلق جو کچھ مقدر کر چکا ہے اب اس کے خلاف
کچھ نہیں کر سکتا آہ و زاری، اختر شماری چیخنے چلانے گڑگڑانے سے تقدیر
کسی طرح بدل نہیں سکتی لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ کے باوجود قنوطیت
کا نام و نشان باقی نہیں رہتا امید کا نقش حرف غلط کی طرح صفحۂ دل سے

؎ ان قوافی میں ایطائے خفی ہے۔ جس کو میں جائز رکھتا ہوں

قلم زد ہو جاتا ہے ایسی حالت میں بیکس، ناچار بندہ اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہے۔

○

اِتنا بھی نہ مایوس بنا دے یارب

قدموں کو مرے نہ ڈگمگا دے یارب

تقدیر سے اپنی تو اگر ہے مجبور

پھر اور کوئی خُدا دِکھا دے یارَب

شکوہ و شکایت

انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ ۔ میں اپنے رنج و غم کی شکایت اپنے خدا ہی سے کرتا ہوں ۔

لا ملجاء من اللہ الا الیہ ۔ اللہ کے غضب سے اللہ کی رحمت کے سوا کہیں پناہ نہیں ۔

موجود سے نفرت سبب، موہوم کی طلب ہے، گذشتہ کی یاد ہے، حال سے بیزاری ہے ۔ کبھی تنگ حالی کی شکایت ہے، کبھی دشمنوں کا شکوہ ہے، کبھی بدقسمتی کا رونا ہے ۔ لیکن نتیجہ کچھ نہیں جگ ہنسائی کے سوا کوئی حاصل نہیں ۔ اگر کہنا ہی چاہتے ہو تو ایسے سے کہو جو صحیح طور پر تمہاری مصیبتوں کو ٹال سکے اور تمہارے دل میں چبھے ہوئے کانٹے کو نکال سکے ۔ ایک دفعہ ہمارے ایک افسر صاحب نے کہا تھا" میں سنتا ہوں کہ آپ ہر ایک سے میری شکایتیں کیا کرتے ہیں ۔ ہم نے کہا، بکرے کی شکایت بکرے سے نہیں کی جا سکتی البتہ چیردا ہا کہیں مل جائے تو اس سے عرض حال کروں گا ۔

ہر ایک سے اپنی بیکسی کا شکوہ ۔۔۔۔ یا غیر کی تکلیف دہی کا شکوہ
دیتے ہیں ثبوت اپنی کم ظرفی کا ۔۔۔۔ جب کرتے ہیں ہم کبھی کسی کا شکوہ

○

سارے عالم کا رب وہی ہے ہر جا ۔۔۔۔ خیر اور شر کا سبب وہی ہے ہر جا
سو مرتبہ اس کا شکوہ لب تک آیا
لیکن ۔ کہوں کس سے ؟
جب وہی ہے ہر جا

ہم اور ہمارے اعمال

واللہ خلقکم وما تعملون ۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔
سنتے ہیں کہ ایک دفعہ موسیٰ کلیم اللہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلامی کے لئے کوہِ طور پر جا رہے تھے، راستے میں شیطان علیہ اللعنۃ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

حضرت کلیم اللہ نے لاحول پڑھ کر کہا کہ اے گمراہ کن عالم میرے سامنے سے ہٹ جا۔ ایسا نہ ہو کہ تیری گمراہی اور سیہ کاری کا اثر میرے دامنِ پاک کو بھی آلودۂ عصیان اور میرے یدِ بیضا کو داغدار کر دے۔ ظالم ملعون منہ بنا۔ اور ایک لمبا قہقہہ لگا کر کہتا کیا ہے۔

غائب، اک بار ہو گا حاضر، کہ نہیں؟ — باطن اک روز، ہو گا ظاہر کہ نہیں؟
میں، اور مرے عمل بُرے ہیں۔ لیکن — میں بھی ہوں عمل کسی کا آخر کہ نہیں؟

○

یہ فکر، کسی دماغ سے نکلی ہے — یہ مے بھی کسی ایاغ سے نکلی ہے۔
وہ، نور ہی نور، میں سراپا ظلمت — کالک بھی مگر چراغ سے نکلی ہے

○

تو قلزمِ ذخار ہے ساحل ہوں میں — حق ہے تری ذات پاک، باطل ہوں میں
تو فاعلِ خیر، اور میں فاعلِ شر — کیا یہ کہدوں۔ ترا مقابل ہوں میں

(۰۰)

اِنسانوں ہیں کرتا ہے اگر کوئی گناہ　　شیطان کا نام لیتے ہیں خواہ مخواہ
شیطان خلافِ حق کوئی کام کرے؟
لاحول ولاقوۃ اِلّا باللّٰہ۔

( )

تم میری حقیقت سے نہیں ہو آگاہ　　تم سمجھے ہو میں کرتا ہوں تم کو گمراہ
تم کہتے ہو شیطان میں بھی قوت ہے
میں کہتا ہوں۔
لَاقُوۃَ اِلّا باللّٰہ

عالم کون و فساد میں جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے حتی الحرکتہ والسکون، اول فیض حق تعالیٰ سے اسماء الٰہی کو پہونچتا ہے۔ پھر ان سے اعیان ثابتہ (یعنی تعینات علمی) کو پھر بواسطۂ اعیان ثابتہ روح اعظم کو پھر بذریعۂ روح اعظم حسب استعداد تمام ارواح کو، پھر ارواح سے بتوسط عالم مثالی، اجسام کو پہونچتا ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ لاقوۃ اِلّا باللّٰہ　اِنّ القوۃ للّٰہ جمیعا۔

شرک

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء (سورۃ النساء)

یعنی خدائے تعالیٰ مشرک کو کبھی نہیں بخشے گا۔ مشرک کے سوا جس کو چاہے بخش دے۔

کہتے ہیں کہ کسی طالب خدا نے خدا سے ایک رہنما کی التجا کی جو اس کو سیدھا رستہ دکھائے۔ حکم ہوا کہ ہمارے لعنتی شیطان کے پاس جاؤ۔

طالب خدا نے دوڑ دھوپ کر کے شیطان کو ڈھونڈھ نکالا اور اس سے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ شیطان نے کہا میرے دوست یہ بھی خوب ہوئی۔ مجھ سا گمراہ اور رہنمائی کرے، مجھ سا شیطان، حضرت رحمٰن کی راہ دکھائے۔ یہ بھی ایک شاہانہ مذاق ہے جو تم کو میرے پاس جانے کی ہدایت کی ہے۔ خیر جب تم بھیجے ہی گئے ہو اور ان کے حکم کی تعمیل میں میرے پاس آہی گئے ہو تو باوجود اپنی گمراہی کے تم کو ایک سیدھا راستہ دکھا دیتا ہوں

فافھموا وتدبروا لعلکم تفلحون

میں نے فسق و فجور کیا کیا نہ کیا ۔۔۔ وہ کون سا حشر ہے جو برپا نہ کیا

دنیا کے گنہ کئے ہیں۔ لیکن پھر بھی

ہے شکر کی جا۔ کہ شرک حاشا نہ کیا

خوابِ شیریں

وَجَعلنا نومکم سُباتا۔

یعنی ہم نے تمہارے لئے نیند ایک راحت بخش چیز بنائی ہے۔

حکما، فقرا، صوفیا نے ہمیشہ تین چیزوں کی ہدایت کی ہے۔ قلتِ طعام، قلت کلام، قلت منام، قلت طعام، قلت کلام میں ہم کو بھی کلام نہیں ہے البتہ قلت منام سے ہم کو اتفاق نہیں ہے۔ ہم نیند کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ہم کو نیند میں بہت خوبیاں نظر آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی نشہ اور شراب کے بغیر دنیوی کشاکش سے نجات مِل جاتی ہے جسم کی قید سے تھوڑی دیر کے لئے رہائی ہوکر عالم ارواح کی سیر ہو جاتی ہے۔

(۲) بدی کے سوا ہم سے کوئی نیکی تو نہیں ہو سکتی اس لئے تھوڑی دیر کے لئے آنچنان بد زندگانی مردہ بہ برائیوں سے بچنے کا موقع مِل جاتا ہے۔

کونین کی فکروں سے فراموشی ہے
خاموشی میں کیفیت سرگوشی ہے
آنکھیں لذت میں ڈوب کر بند ہوئیں
یہ نیند ہے، یا تری ہم آغوشی ہے

ان نور کی پتلیوں نے پایا ہے کیسے
ان بند پپوٹوں نے چھپایا ہے کیسے
مستی میں بھی ہوشیار رہوں۔ واہ رے میں
بند آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ اللہ رے میں

اصلیت اگر نہیں، تو دھوکا ہی سہی
اللہ! بہت نہیں تو تھوڑا ہی سہی
تسکین کی آخر کوئی صورت بھی تو ہو
رویت، ممکن نہیں۔ تو رویا ہی سہی

ضرورت، آسائش، نمائش

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تم کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔

ان البذازۃ من الایمان ـــــ سادگی جزو ایمان ہے۔

انسان کی صحیح اور ضروری ضرورتیں بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ فطرت ہمیشہ سیدھی سادی باتیں پسند کرتی ہے۔ پیٹ بھرنے کو ایک ٹکڑا، تن ڈھانکنے کو ایک کپڑا۔ سر چھپانے کو ایک گھانس پھونس کا جھونپڑا کافی ہے *

کملی والو! مر رہے ہو کیوں دوشالے کیلئے
ہے جو کچھ وہ بھی بہت ہے، مرنے والے کیلئے

لیکن اس سے آگے بڑھ کر راحت و آسائش کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

---

* ایک دفعہ، ہم نے اپنے ہی وطن میں ایک روپیہ کی باجری میں پورا مہینہ بسر کیا۔ ایک دفعہ، تین روپیہ مہینہ میں ہم اور ہماری والدہ کئی مہینے زندگی گزارتے رہے۔ ایک دفعہ، انیس روپیہ مہینہ میں ہم نو نفوس کے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔ کہتے ہیں کہ قناعت میں بڑی برکت ہے

من رضیٰ بالقلیل من الرزق رضے اللہ تعالیٰ عنہ بالقلیل من العمل۔
یعنی جو شخص تھوڑے رزق پر راضی ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کی تھوڑی ہی عبادت سے راضی ہو جاتا ہے،

(۲) اترکوا الدنیا لاھلھا لانہ من اخذ منھا فوق ما یکفیہ اخذ من حتفہ وھو لا یشعر۔ دنیا، دنیا والوں کے لئے چھوڑ دو۔ کیونکہ جو شخص ضرورت سے زیادہ دنیا کو طلب کرتا ہے وہ گویا اپنی موت کو دعوت دیتا ہے لیکن اپنی بیوقوفی سے اس کو سمجھتا نہیں۔

موٹی کھادی کی جگہ، باریک کپڑا اور سخت ٹاٹ کی جگہ نرم توشک کی تلاش کرتے ہیں بشرط گنجائش یہ بھی کوئی بری چیز نہیں ہے —— لیکن اس کے بعد، کمینہ فخر، اور اظہار شان کے لئے نمائش کی سوجھتی ہے یہی وہ مصیبت ہے جو کبھی چین نہیں لینے دیتی اور یہی وہ بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔

○

کوشش ہے تمام اپنی ستایش کیلئے
کیا کیا کرتے ہیں ایک خواہش کیلئے
ہر ایک نمود پر مٹا جاتا ہے
پتلے مٹی کے ہیں نمایش کیلئے

○

دو قسم کا ہم لوگ پہنتے ہیں لباس
اک جسم کی خاطر، اک جہاں کی خاطر
کھانا بھی اسی طرح کا ہم کھاتے ہیں
اک پیٹ کی خاطر، اک زبان کی خاطر

○

سر کے ہمراہ ہے سامان کی گراں باری بھی
نام کے ساتھ دیا، نام و نشاں بھی تو نے
جان ہی آفت جاں تھی، کہ چڑھی آن اس پر
پیٹ کیا کم تھا، کہ دی اس پہ زبان بھی تو نے

○

اولاً غم ہے ایک روٹی کا
ذائقہ کے لئے ہے پھر تگ و دو

لعنتہ اللہ لعنتہ اللہ پیٹ پر ایک۔ اور زبان پہ سو

○

چُبھتا ہے ہر ایک کی نظر میں اچھا کپڑا بھی کیا بُرا ہے
کھا جاتے ہیں پیٹ سے زیادہ اچھا کھانا بھی کیا بُرا ہے

○

بھوک میں ضعف و ناتوانی ہے پیٹ بھرنے پہ سرگرانی ہے
دونوں حالت میں ہل نہیں سکتے
یہ تو مُردوں کی زندگانی ہے

○

غم ہے کھانے کے لئے

خون ہے پینے کے لئے

اس خور و نوش پہ ہم

مرتے ہیں، جینے کے لئے

امیر و غریب

الف :-

عام طور پر ـــــ امیر اس کو کہتے ہیں جس کی تنخواہ یا آمدنی ہزار دو ہزار ہو عام اس سے کہ اس کا خرچ آمدنی سے دونا ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح عام طور پر ـــــ غریب اس کو کہتے ہیں جس کی تنخواہ یا آمدنی دس بیس روپے ہو عام ازیں کہ اس کا خرچ آمدنی سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن ہم امیر اس کو کہیں گے جس کا خرچ آمدنی سے کم ہو۔ مقدار آمدنی کم ہو یا زیادہ ہم فقیر اس کو کہیں گے جس کا خرچ آمدنی سے زیادہ ہو۔ مقدار آمدنی کم ہو یا زیادہ۔ اس نظریے کے بعد ہر شخص باختیار خود بہت آسانی سے امیر بن سکتا ہے اگر ہم آمدنی بڑھا نہیں سکتے ہیں۔ لیکن خرچ تو گھٹا سکتے ہیں مثلاً

ہم بھوک میں نانِ خشک کھا سکتے ہیں ۔۔۔ پوشاک میں پیوند لگا سکتے ہیں
گر، آمدنی نہیں بڑھا سکتے ہیں ۔۔۔ لیکن، ہم خرچ تو گھٹا سکتے ہیں

○

باقی جسے سمجھے تھے وہ فانی نکلا ۔۔۔ ہر سانس عدوے زندگانی نکلا
ڈالا تھا صراحی میں سمندر، لیکن ۔۔۔ اک دن سے زیادہ کا نہ پانی نکلا

○

ب

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا!

یعنی دنیا والوں کے لئے ان کی دنیوی زندگی نہایت پر لطف بنا دی گئی ہے اسی وجہ سے یہ لوگ دین داروں کا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک بھک منگا، تباہ حال، ذلیل وخوار کھلا سر ننگا بدن ایک امیر کے دولت کدے پر دست سوال دراز کئے، بغیر کسی کپڑے کے دامن اُمید پھیلائے کھڑا ہوا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت امیر اپنی شان امیرانہ کے ساتھ باہر برآمد ہوئے اور فقیر کی خستہ حالی اور اس گھناؤنے منظر کو دیکھ کر اپنے مصاحبوں سے ارشاد فرماتے ہیں۔

دنیا میں یہ بدنصیب جیتے کیوں ہیں — افلاس کے یہ نقیب جیتے کیوں ہیں
ہے پیٹ کو ٹکڑا، نہ بدن پر کپڑا — معلوم نہیں غریب جیتے کیوں ہیں

○

بے چارہ فقیر یہ امیرانہ سوال سن کر اور اپنی غریبانہ حالت پر نظر کر کے بغیر کسی سوال وجواب کے چپ چاپ واپس پلٹ گیا۔

اس واقعہ کے چند ہی روز بعد حرکت قلب بند ہو کر جب امیر صاحب ممدوح الصدر کا دم بند ہو گیا اور جنازہ گھر سے باہر لایا گیا اس وقت وہی فقیر حاضر دولت ہو کر مرنے والے سے خطاب کر کے کہنے لگا۔۔۔

پیمانۂ زندگی کو بھرتے کیوں ہیں
سر چڑھ کے زمین میں اترتے کیوں ہیں
رکھ کر بھی تمام زندگی کے سامان
معلوم نہیں امیرؔ مرتے کیوں ہیں

○

اتر جائے گا سارا نشہ اک دن
یہ سب دو روز کی بدمستیاں ہیں
فنا ہو جائیں گی اک ایک کر کے
یہ جتنی چلتی پھرتی ہستیاں ہیں

موت

ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم - ثم تردون الیٰ عالم الغیب والشہادہ یعنی جس موت سے تم گھبراتے ہو ساری عمر میں صرف ایک دفعہ تم کو اس سے ضرور سابقہ پڑے گا۔ اور یہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے کیوں کہ اس کے بعد تم اپنے مطلوب حقیقی تک پہونچ جاؤ گے۔

گر بخواہید از ہموم نجات   اکثروا ذکر ھادم اللذات

(الموت کفارۃ لکل مسلم)

موت کیا ہے؟ زندگی کا آخری مقصود ہے
ہم کو مرنے کے لئے تیار ہونا چاہیئے
زندگی ایک خواب ہے اور خواب بھی تکلیف دہ
ہم کو ایسے خواب سے بیدار ہونا چاہیئے

○

ہر ایک نفس، غم میں ڈوبا جاتا ہے   ہر سانس کوئی پھانس چبھو جاتا ہے
یوں آتی ہے موت، زندگی میں امجد   جیسے، کوئی، روتے روتے سو جاتا ہے

امجد! جب زندگی سے تنگ آتے ہیں

ہم کنج لحد میں، پاؤں پھیلاتے ہیں۔

جیسے، گرما میں، سرد ملکوں کی طرف

تبدیل ہوا کے واسطے جاتے ہیں

○

بر چہرۂ خورشید، سیاہی تاچند

سلطان حقیقت بہ تباہی، تاچند

جانم، ہمہ تن، ز قید تن، تنگ آمد

این مردہ، بدوش من، الٰہی! تاچند

مرتے وقت

شادی میں رخصت کے وقت آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ دلہن اپنے عزیز و قریب، اپنا گھر دار چھوٹنے کے غم میں کس قدر آہ و زاری کرتی ہے اور کس طرح رو رو کر سارا گھر سر پہ اٹھا لیتی ہے۔ لیکن آخر کار جبراً قہراً چار و ناچار دولہا کے گھر جانا ہی پڑتا ہے۔

اسی طرح

موت کے وقت بھی علی العموم مرنے والے کی یہی حالت ہوتی ہے کہ اسے اپنے عزیز و قریب، دولت و ثروت، گھر دار کو چھوڑتے ہوئے سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے لیکن طوعاً و کرہاً مرنا ہی پڑتا ہے

دم بند رہا برسوں اس حلقۂ ہستی میں
پائی ہے رہائی اب مرہونِ قضا ہو کر
معلوم نہیں اس میں زحمت ہے کہ رحمت ہے
دولہا سے ملی دلہن میکے سے جدا ہو کر

مرنے کے بعد

..یحشر الناس علےٰ نیّاتھم لوگ پوچھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔
لیکن ہر ایک کے حالات، اور اعمال، اور مختلف خیالات کے مدِ نظر اس سوال
کا کوئی ایک جواب نہیں دیا جا سکتا۔

جو عمل کرتا ہے انسان اس جگہ
ہے وہی قسمت میں اسکی منقسم
ایک عمل ہوتا نہیں ہے سب کے ساتھ
یحشر النّاس علی نیاتھم

○

کیا تم سے بتاؤں، موت کے بعد کا حال

سوچو — سونے کے بعد کیا ہوتا ہے
کیا تم نے عدم میں بھی کبھی پوچھا تھا
پیدا ہونے کے بعد کیا ہوتا ہے۔

پیدا ہونے کے بعد، تم خود دیکھو
اک دار یہ ہے تو ایک گھر دار میں ہے،
کوئی موسیٰ ہے ۔ اور کوئی فرعون
کوئی کانٹوں میں ۔ کوئی گلزار میں ہے
میخوار ہے کوئی ـــ اور کوئی ساقی
تفصیل بہت ہے ـــ قس علیہا الباقی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون ۔ یعنی زندگی میں جس دھن میں رہو گے اسی دھن میں مرو گے اور جس دھن میں مرو گے اسی حالت میں تمہارا حشر ہو گا۔

قصور کی معافی

الف :-
خُذالعفو۔ جب کوئی تم سے اپنے قصور کی معافی چاہے تو براہ کرم اس کو معاف کردو۔

دنیا میں قصور یا غلطی کس سے نہیں ہوتی۔ اگر کوئی قصوروار تم سے معافی چاہے تو یہ سمجھ کر کہ ہم سے بھی غلطی اور قصور ہوتا ہے، معافی مانگنے والے کو صاف دل سے معاف کردو ورنہ نتیجتاً پھر تمہارا قصور بھی کوئی معاف نہیں کرے گا۔

کتنی ہی کسی سے ہو کدورت۔ پھر بھی

چارہ نہیں دل کے صاف کرنے کے سوا

جب کوئی قصور کی معافی چاہے

کیا کیجئے گا ؟

معاف کرنے کے سوا

ب

ایک دفعہ ہمارے ایک امیر دوست نے ہمارے سامنے اپنے غریب نوکر کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ مار اس پر پڑی ہم تڑپ کر رہ گئے۔ ان کی الجھن دوست کو بھی ہماری تکلیف کا احساس ہوا۔ نادم ہو کر کہنے لگے، معاف کیجئے مجھ سے بڑی غلطی ہوئی، اور خصوصاً آپ کے سامنے۔

ہم نے کہا آپ ہم سے معافی مانگتے ہیں؟ معافی مانگئے اس غریب سے جواب تک آپ کی جان کو رو رہا ہے۔ بات صاف تھی اور دل بھی صاف تھا۔ میرے ہی سامنے اس غریب کو بلا کر اپنی حرکت پر ندامت اور اپنی غلطی پر افسوس کا اظہار کیا۔

اتنے بڑے آدمی کا ایک غریب، اور وہ بھی اپنے نوکر سے، اور پھر ہمارے سامنے معافی مانگنے پر ہم کو جو مسرت ہوئی، حد بیان سے باہر ہے۔ سابقہ غم حرف غلط کی طرح دل سے محو ہو گیا۔ اور ہم نے انتہائی محبت سے اپنے دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ میرے عزیز دوست!

خطا کس سے نہیں ہوتی جہاں میں مگر، ہو سکتی ہے اس کی تلافی

تلافی؟ — یہ کوئی مشکل نہیں ہے

تلافی یہ کہ — تم مانگو معافی

۸۲

ایک دفعہ ہم نے بھی اپنے نوکر لڑکے کو تھپڑ مار دیا تھا۔ غریب رویا۔ اور چپ ہو رہا۔ اس کے بعد ہم حسب عادت نماز مغرب کے بعد اللہ اللہ کرنے لگے۔

صاف طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ ہمارا ذکر ہمارے ہی منہ مار دیا جا رہا ہے۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ اسی مار کی پھٹکار ہے۔ فوراً کمرے سے باہر آ غریب نوکر سے معافی مانگ لی۔

ہماری اس سگ صفت عفو طلبی پر غریب لڑکا ہنس کر چپ ہو رہا لیکن اس عفو طلبی سے ہمارے دل کو کوئی تسکین نہیں ہوئی۔ ہم نے پھر کمرے میں جا، اور دروازہ لگا کر اپنے آپ کو اس زور سے چانٹا رسید کیا کہ سر پھر گیا اور دماغ چکرا گیا اور اس جھنجھناہٹ میں ہر بن مُو سے اللہ اللہ کی صدا آنے لگی۔ واہ جی واہ۔

○

غریبوں پہ توڑا ستم بے سبب　　　مرے دوست، یہ آپ نے یہ کیا کیا

ستم پر ستم یہ ہے سب سے بڑا

برا کر کے کہتے ہیں

" اچھا کیا"

د۔

ایک دفعہ ہمارے ایک دوست کے نوکر نے چینی کا پیالہ توڑ دیا انھوں نے جھلا کر غریب کا سر پھوڑ دیا۔

بدقسمتی سے یہ واقعہ بھی ہمارے ہی سامنے پیش آیا

ہم نے کہا عزیز من آپ نے تو غضب ہی کر دیا

فرمانے لگے۔ آپ کو معلوم نہیں یہ قدیم چینی کا بہت ہی قیمتی پیالہ تھا۔

ہم نے کہا۔

تم گنگ سے بھی رنج نہیں دھو سکتے　　پلٹا ہوا رخ تو پھر نہیں مڑ سکتا

ضائع شدہ چیز پھر بھی مل سکتی ہے　　ٹوٹا ہوا دل، تو پھر نہیں جڑ سکتا

○

مغموم کے قلب مضمحل کو توڑا　　یا منزل فیض متصل کو توڑا

کعبہ ڈھاتا۔ تو پھر بنا بھی لیتے

افسوس یہ ہے کہ
تم نے دِل کو توڑا

اللہ ہی اللہ ہے

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ یعنی تم جدھر بھی پلٹو اور جس طرف بھی دیکھو خدا کی صورت تمہارے سامنے ہے۔

○

خدا نام ہے 'وجود' کا جس کا ترجمہ 'ہے' اور 'ہست' کیا جاتا ہے۔ تم ساری کائنات میں جس طرف بھی دیکھتے ہو سب سے پہلے وجود ہی کو دیکھتے ہو اور کہتے ہو کہ 'وہ ہے' یعنی وجود' اس کے بعد غور کرتے ہو کہ 'وہ ہے' کیا ہے؟ کیسا ہے؟ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ کام کیا ہے؟

یہ سب اس وجود کے عوارض ہیں لیکن وجود یعنی 'ہے' سب موجودات میں موجود ہے یوں تو ساری کائنات اور اس کا ذرّہ ذرّہ مظہر قدرت ہے۔

لیکن ایسا مظہر جو تمام صفات وجود کا جامع ہو، وہ خود تم ہو، ہاں تم'

روئے دوست ہو کر سوئے دوست کیا دیکھتے ہو

علم ہے تم میں زندگی تم میں صاحب قدرت و ارادت ہو

تم ہی تم ہو، جدھر بھی تم پلٹو

یعنی ۔ تم خود خدا کی صورت ہو

(اللہ ہی اللہ ہے)

مقصودِ زندگی

وماخلقت الجن والانس اِلا لیعبدون۔

یعنی تمام جن اور انسان کو ہم نے عبادت کے لئے پیدا کیا۔

فکرۃُ ساعۃٍ خیرٌ من عبادۃ ستین سنۃ ۔ گھڑی بھر کی غور وفکر کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے ماہر اسرار قدرت فرماتے ہیں:۔ رَبَّنَا اسرنا الاشیاء کما ھی اے رب ہم پر ہر شئے کی حقیقت واضح کردے اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ نمایت خلقت، یا مقصود زندگی قدرت اور اسرار قدرت کی دریافت اور حقایق کی تحقیق ہے، جس قدر اسرارِ قدرت کا عرفان ہوگا اسی قدر ایمان میں ترقی ہوگی ۔ اور جس قدر ایمان میں ترقی ہوگی، عبادت پرستش، قدردانی، شکرگذاری بڑھتی جائے گی۔

زندگی صرف پیدا ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ پیدا ہونے کے بعد پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔

○

اسرار حقیقت میں نظر غائر ہو	ہر ظاہر میں بُطون کا ناظر ہو
سچ مچ وہی بندہ ہے خدا کا امجد	جس کے آثار سے خدا ظاہر ہو

گوش شنوا اگر ہے تم کو تو سنو کچھ کہتا ہے صاف صاف ذرّہ ذرّہ

عرفان یہ ہے، کہ صاحب کشف بنو ہے در پئے انکشاف ذرّہ ذرّہ

اے حجلہ نشین! ذرا اٹھا دے پردے

دامان نظر تجلیوں سے بھر دے

ہر ذرّے میں شان کبریائی دیکھوں

اس چھوٹی سی آنکھ کو کلاں بین کر دے

ربنا ارنا الاشیاء کما ھی

(۲) ایک مقصود زندگی وہ تھا جو ابھی ہم نے بیان کیا

لیکن اب ـــــ

نان ہی سارے جہاں کی جان ہے ذکر یا منّان میں بھی نان ہے

اوّل و آخر اب اپنا ہے یہی نان جیسے ہر طرف سے نان ہے

حصول الیقین

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

یعنی تم اپنے ربّ کی اس حد تک عبادت کرو کہ تم کو یقین حاصل ہو جائے۔

گمراہی کو چھوڑو۔ راہ پر آجاؤ — اس منزل صعب سے نہ گھبراجاؤ
کوشش سے کبھی قدم نہ ہٹنے پائے — اتنا ڈھونڈو۔ کہ تم اُسے پاجاؤ

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

بنا دو تصور سے غائب کو حاضر — تصور سے دل کی خلاؤں کو بھردو
یہاں تک کئے جاؤ اس کا تصور — کہ اپنے تصور کو تصدیق کردو

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

طوفان ہوائے دل کو ساکن کردو — کوشش سے محال کو بھی ممکن کردو
آسان طریقہ عبادت ہے یہی — اپنے ظاہر کو۔ محوِ باطن کردو

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

جو ہے مبدأ ہے وہی آخر معاد — ہر طرف ہر پھر کے جاؤ گے وہیں
کیا بتاؤں ذات مطلق کا پتہ — جس جگہ ڈھونڈو گے پاؤ گے وہیں

حیث ما التمسنی۔ وَجَدنی

جستجو ہی اے امجد راز کامیابی ہے — جس نے جابجا ڈھونڈا اس نے جابجا پایا

صبر اور شکر

ان اللہ مع الصابرین ۔ یقیناً اللہ اپنے صبر کرنے والے بندوں کے ساتھ ہے ۔

انسان کبھی تو نعمتوں میں گھرا رہتا ہے اور کبھی مصیبتوں میں

انسانیت کا شیوہ تو یہی ہے کہ انسان مصیبت میں صبر کرے اور نعمت پر شکر، لیکن صبر کے متعلق ہم نے جہاں تک غور کیا ہر مقام صبر، مقام شکر ہی معلوم ہوا۔ رود موسیٰ کی طغیانی میں ہم ایسے خانہ برباد ہوئے کہ پیراہن ہستی کے سوا ہر چیز دریا برد ہو گئی ۔ اس وقت لوگ ہم کو صبر کی تلقین کرتے تھے اور ہم تھے کہ صبر کی جگہ اس کا شکر کر رہے تھے کہ سب کچھ گیا مگر جان تو بچ گئی، ایمان تو سالم رہا جان اور ایمان بھی چلے جاتے تو کیا کر لیتے ۔ اس وقت ان اللہ مع الصابرین کے یہی معنی معلوم ہو رہے تھے کہ خدا تعالیٰ مصیبت زدوں کو یہ سمجھا دیتا ہے کہ تم جس مصیبت میں ہو وہ کوئی ایسی مصیبت نہیں ہے جس کو تم برداشت نہ کر سکو بلکہ شکر ادا کرو کہ تم کو اس سے زیادہ ناقابلِ برداشت مصیبت پیش نہیں آئی ۔

○

ہو اپنی رفیق اگر خدا کی توفیق ہر رنج میں کیف گنج ہو سکتا ہے

جس رنج کو رو رہے تم، اے امجد

اس سے بھی زیادہ رنج ہو سکتا ہے

عبدیت

ان اللہ اشتری من المومنین بانفسھم الخ

اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے نفوس خرید لئے ہیں نام پیر

کسی شخص نے ایک غلام خریدا۔ پھر اس سے اس کا نام پوچھا۔

غلام نے کہا، آپ جو نام رکھ دیں۔

پھر آقا نے پوچھا، تم کیا کھاؤ گے، کیا پہنو گے

غلام نے کہا، آپ جو کھلاویں، جو پہنا دیں۔

پھر آقا نے پوچھا، تم کیا کام کرو گے

غلام نے کہا، حضور جو حکم دیں۔

پھر آقا نے پوچھا، تم کیا کام کرو گے۔

غلام نے کہا، حضور جو حکم دیں۔

پھر آقا نے پوچھا، تم کیا چیز پسند کرتے ہو۔

غلام نے کہا، حضور، جو پسند فرمائیں۔

ہم کو ہے کوئی خوشی، نہ غم کھانا ہے، حکم ان کا بہر حال بجا لانا ہے

اپنے مطلب سے ہم کو کیا مطلب ہے بندے کو تو ہو کے ساتھ ہو جانا ہے

اس مرغِ خرد کو پھر پھڑانے دیجئے۔
آداب کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے
شاہنشہِ عبدیت کا دربار ہے یہ
کیوں، کیا، کو زبان پر نہ آنے دیجئے

جب کہ خلیلؑ نے خواب اپنا بیٹے سے اپنے بیان کیا
بولا ان کا لختِ جگر یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَر

مشکل ہے بہت صاحبِ ایماں ہونا
کچھ کھیل نہیں ہے حق پہ قرباں ہونا
یاں مثلِ حسینؑ سر قلم ہوتا ہے
امجد آسان نہیں مسلماں ہونا

فائدہ مند نقصان

عسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً۔

بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرتے ہو لیکن اس کا انجام تمہارے لئے مفید ہوتا ہے۔

رودِ موسیٰ ۱۳۲۶ھ کی طغیانی میں ہمارا جانی اور مالی جس قدر نقصان ہوا وہ سب کو معلوم ہے جن کو معلوم نہیں وہ جمالِ امجد میں دیکھ سکتے ہیں۔

لیکن اس نقصان سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پھر کسی چیز کے جمع کرنے یا جوڑ جوڑ کر رکھنے کی خواہش نہ ہوئی۔ نہ نیکی کرو نہ دریا میں ڈالو۔ اس مال و متاع کے تلف ہونے سے تھوڑی سی تکلیف تو ضرور ہوئی لیکن خدا کے فضل و کرم سے عمر بھر کے لئے سبکسار ہو گئے۔

○

دن رات کی بے چینی کا دَر بند ہوا ستم قاتل مرے لئے قند ہوا

جمعیت اسباب سے دِل ٹوٹ گیا

نقصان بھی کیا ہی فائدہ مند ہوا

عسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا

○

نہیں حکمت سے خالی فعل حکیم — جو کرے گا وہ، سب بجا ہوگا
جس کو نقصان ہم سمجھتے ہیں — اس میں بھی کوئی فائدہ ہوگا۔

اسی طرح ہمارے محترم مہربان مولوی مناظر احسن صاحب گیلانی ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ شہر بہار کے قتل عام کے زمانہ میں قصبۂ گیلان میں ایک ضعیف العمر مسلمان کے کئی عزیز ا جوان لڑکا، پوتا، بہوا نہایت بے دردی سے قتل کردئے گئے، اس واقعہ کو سن کر ہر شخص خون کے آنسو روتا تھا، مگر بڑے میاں ہیں کہ مارے خوشی کے پھول کے کپا ہو گئے ہیں اور رہ رہ کر سجدۂ شکر بجا لاتے اور کہتے ہیں کہ میرے مالک کا کیا ہی فضل وکرم ہے کہ جس نے مجھ سے گنہ گار سیہ کار کی اولاد کو مرتبہ شہادت سے سرفراز فرمایا۔
اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا

خوف اور رجا دونوں چلتے ہیں یہاں مل کر

ہر ذرۂ عالم میں نفع اور ضرر دیکھا

ہر شئے میں دو پہلو ہیں اک خیر کا اک شر کا

عاقل نے ادھر دیکھا جاہل نے ادھر دیکھا

زُور نہ ظلم عقل کی خوبی

ماکان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

یعنی اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی نادانی سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

طبیب اپنے بیمار کو کبھی تکلیف نہیں دیتا۔ لیکن بیمار، اپنے معالج طبیب کی کڑوی دوا یا اس کے عمل جراحی کو، اپنی نادانی، کم فہمی، جہالت کی وجہ سے تکلیف وہ سمجھ کر رنج و مصیبت میں مبتلا ہوتے اور اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ ننھے بیمار بچے کو جب حلق چیر کر دوا پلائی جاتی ہے تو وہ رو رو اور چیخ چیخ کر اپنے آپ کو ہلکان کر دیتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ کڑوی دوا اس کے لئے ہر طرح مفید ہے۔

کسی کا نہیں زور اور ظلم مجھ پر ○ مجھے صرف میری جہالت نے مارا

نہیں عقلمندوں سے کوئی شکایت

مجھے، صرف میری حماقت نے مارا

اپنے مالک پہ بھروسہ تھا جسے ○ اُس نے زحمت کو بھی رحمت سمجھا

اپنے مالک سے رہا جو بَد ظن ○ اس نے رحمت کو بھی زحمت سمجھا

اکبر الکبائر سوءُ الظنِّ باللہ

یعنی خدا سے بدگمانی سب سے بڑا گناہ ہے

غم اور ہم

اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدہ

جہاں بھی رہو موت آکر رہے گی ٭ بنائے زندگانی کی ڈھا کر رہے گی

○

وہ بزم طرب وہ محفل نوشانوش
وہ رندوں کا جوش، بادہ خواروں کا خروش
ایک شاہد مست کی وہ مستانہ غزل
جس سے تھے تمام ہوش والے بے ہوش
وہ عیش و طرب کا وقت۔ جا کر ہی رہا
یہ غم کمبخت۔ آخر۔ آکر ہی رہا

○

کتنے ہی کیئے عیش کے سامان ہم
سارے گھر کو بنا لیا رشکِ ارم
فرش مخمل پہ، ریشمی پردوں میں
تھے پنبہ بگوش تکیۂ نرم پہ ہم
بخت خفتہ — مگر — جگا کر ہی رہا
یہ غم کمبخت، آخر۔ آکر ہی رہا

○

یہ آئینہ، یہ مسہری، یہ الماری
یہ حوض، یہ فوارہ، یہ نہر جاری
رنگین یہ قمقمے، یہ گل رنگ برنگ
سو رنگ کی دیواروں پہ کی گلکاری

اس پر بھی زمانہ رنگ لاکر ہی رہا
یہ غم کمبخت ۔ آخر، آکر ہی رہا

○

مستحکم تر بنائے پائے ہم نے — تعمیر کے سب ہنر دکھائے ہم نے
مزدوروں کی ہڈیوں کا چونا دے کر — کتنے پختہ محل بنائے ہم نے

اس پر بھی فلک برق گرا کر ہی رہا
یہ غم کمبخت، آخر، آکر ہی رہا

○

طیاروں میں ہم اڑے ہوا کے مانند — پہونچے سر عرش آہ رسا کے مانند
ٹھکرا دیا آنے جانے والوں کو تمام — پردوں میں چھپے رہے خدا کے مانند

سو پردوں سے رخ منہ دکھا کر ہی رہا
یہ غم کمبخت ۔ آخر ۔ آکر ہی رہا

○

کیں کوششیں کس قدر بنی آدم نے — پیچھا چھوڑا مگر نہ ظالم غم نے
کیں بے خبری کی سینکڑوں تدبیریں — کانوں میں ہزار انگلیاں دی ہم نے

امجد نظم اپنی سب سنا کر ہی رہا
یہ غم کم بخت آخر آکر ہی رہا

○

اس لیل و نہار کا عجب عالم ہے
دن کو فریاد رات کو ماتم ہے
کس شان سے ہم کہتے تھے "ہم ہم" امجد
معلوم نہ تھا کہ، ہم، سراپا غم ہے

○

اُمیدیں نفع کی، ضرر ہوتا ہے
بوتا ہوں جو پیڑ بے ثمر ہوتا ہے
پھر بھی خوش ہوں کہ میری ہر کوشش کا
اُلٹا ہی سہی۔ مگر اثر ہوتا ہے

اپنا اپنا خیال

کل حزب بما لدیھم فرحون

یعنی ہر شخص اپنے خیال میں خوش ہے

○

دن رات تلاش ہے یہ آخر کس کی ۔۔۔ جس کے پیاسے ہیں ہم وہ دریا ہے کہاں
مدت سے خدا خدا کہا کرتے ہیں ۔۔۔ آخر اس اسم کا مسمٰی ہے کہاں

یہ لاینحل سوال کس سے پوچھیں
کیسا ہے وہ ذوالجلال کس سے پوچھیں

ہاں مولوی صاحب! آپ تو عالم ہیں ۔۔۔ کچھ اس کا پتہ آپ بتا سکتے ہیں
فرمایا۔ کہ ہے عرش بریں اس کا مقام ۔۔۔ بندے بھی کہیں خدا کو پا سکتے ہیں

کیوں راہ طلب میں خود کو گمراہ کرو
بیٹھے ہوئے گھر میں، اللہ، اللہ کرو

ہاں فلسفی صاحب! آپ کیا کہتے ہیں ۔۔۔ کیا ہم بندوں کا کوئی مولا ہی نہیں؟
کہنے لگے کیا خدا خدا بکتے ہو ۔۔۔ یہ اسم وہ ہے، جس کا مسمٰی ہی نہیں

دنیا میں کوئی خدا سے آگاہ نہیں
سب اپنی ہی من گھڑت ہے اللہ نہیں

پھر ماہر سائنس سے یہ ہم نے پوچھا — اس مسئلے میں جناب کیا کہتے ہیں
بولا۔ کہ گذشتہ سے تو لاعلم ہیں ہم — اس وقت تو برق کو خدا کہتے ہیں

بجلی کی تجلیوں کا سب جلوہ ہے
موسیٰ نے اسی کو طور پر دیکھا ہے

صوفی صاحب! ذرا مُراقب ہو کر — کچھ آپ اپنی زبان سے فرمائیگا
کہتے ہیں کسے خدا؟ تو ارشاد ہوا — "وہ۔ ساتھ ہے آپکے جہاں جائیگا"

مظہر یہ اسی کا، سافل و عالی ہے
خود اپنا وجود اُس سے کب خالی ہے

شاعر صاحب! خدا کو تم کیا سمجھے — شاعر بھی تو دور کی خبر لاتے ہیں
کچھ وزن میں گنگنا کے یوں فرمایا — ہم اپنے خیال میں اسے پاتے ہیں

دنیا والے خیال کہتے ہیں اسے
ہم جلوۂ ذوالجلال کہتے ہیں اسے

امجد صاحب کچھ آپ ارشاد کریں — ہم بھی تو سنیں کہ آپ کیا کہتے ہیں
فرمایا کہ "یومنون بالغیب" کے تحت — ہم طاقت غیبی کو خدا کہتے ہیں

وہ طاقت غیبی - جو محیط الکل ہے
ثابت کرتی ہے جس کا ہونا ہر شئے

خالق ہے کوئی، ارض و سما شاہد ہے
اَنتَ کے لئے، اپنا انا شاہد ہے
اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے، نہ سہی
خود اپنے وجود پر خدا شاہد ہے

کوئی اندھے کو مشعل کیا دکھائے
کبھی باطل نہ ہوگا حق کا قائل
خدا کو گر کوئی ثابت بھی کر دے
تو ہوگا ما حصل، تحصیل حاصل

زندگی

انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو

ہم نہ سمجھے کہ زندگی کیا ہے
کھیل ہے، کود ہے، تماشا ہے

زندگی کیا، اور اس کا حاصل کیا
اس میں حق کیا ہے، اور باطل کیا

زندہ ہیں، زندگی نہیں معلوم
بندے ہیں بندگی نہیں معلوم

زندگی کیا ہے کھانا، اور سونا
کبھی ہنس لینا، اور کبھی رونا

کبھی گزرے ہوئے زمانے کی یاد
فکرِ آیندہ سے کبھی ناشاد

زندگی ہے اسی قدر فی الحال
ذکرِ ماضی و فکرِ استقبال

زندگی کی ہے کائنات یہی
دن یہی ذکر فکر، رات یہی

ذکر اور فکر میں گزرتی ہے
ساری دنیا اسی میں مرتی ہے

○

جسم فانی کی حکمرانی کبتک
روح باقی بقیدِ فانی کبتک

اک دن، دو دن، کہ تا قیامت آخر
یارب یہ عذابِ زندگانی کبتک

○

قطع تعلقات

دنیا میں ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ غم میں اس کا کوئی شریک غم اور درد میں کوئی اس کا ہمدرد ہو۔ لیکن مادیت میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا اور دنیا والوں سے کام نہیں چل سکتا تو پھر وہ اپنے دل و دماغ کے بھنور میں چکر لگاتا ہے۔ کچھ دیر، کچھ وقت، کچھ دن کی کشمکش اور کشاکش کے بعد ایک ایسی قوت اس کی چارہ سازی کرتی ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ غور سے دیکھو تو ہر مشکل سے مشکل کام بھی کیا ہی آسان ہے۔

جو نظر آتے ہیں، نہیں اپنے — جو ہے اپنا، نظر نہیں آتا

جب غم سے دل و دماغ پھٹ جاتے ہیں — احباب بھی منہ پھیر کے ہٹ جاتے ہیں
دل کو کیا کیا سکون دل ملتا ہے — جب سارے تعلقات کٹ جاتے ہیں

کوئی نہیں پوچھتا تجھے دنیا میں — امجد! ادھر آ ترا خریدار ہوں میں
دنیا میں نہیں ہے کوئی غمخوار ترا — غم دیدہ نہ ہو کہ تیرا غمخوار ہوں میں

اب غیر سے ملنے کی قسم کھائی ہے — خلوت میں مجھے انجمن آرائی ہے
اُٹھ جاؤ میرے پاس سے اے ہمدردو — تنہائی مری رفیق تنہائی ہے

منت کش دوا و شفا سے چھوٹا — ہر ایک کے آگے التجا سے چھوٹا
اب دل میں کسی چیز کی خواہش نہ رہی — دل کیا ٹوٹا۔ ہر اک بلا سے چھوٹا

اِختلافِ مشیّت

وماتشاؤن اِلاّاِن یشاء اللہ رب العالمین ۔

یعنی جب تک خدا نہ چاہے تم کوئی خواہش یا ارادہ نہیں کرسکتے ۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہماری خواہش اور قدرت کی مشیت میں ہمیشہ
تلاف رہتا ہے لیکن واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ ابتداً آپ کے دل میں پیدا
ہوئی خواہش بھی منجانب قدرت ہی ہوتی ہے ۔ اس کے بعد قدرت پھر
ی دوسری صفت یا شان میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور دونوں صفات میں تصادم
تاہے جس کو ہم "غور وفکر" سے تعبیر کرتے ہیں ۔ پھر آخر میں جس صفت کو
ہوتا ہے جس کو ہم "فیصلہ" کہتے ہیں وہی عمل یا وہی امر ظہور پذیر ہوتا ہے ۔
مندرجہ صدر آیت میں اللہ کے ساتھ رب العالمین کی صفت بھی اس مفہوم کو
واضح کرتی ہے ۔

○

بات پہ اڑ جانے کی عادت ہی نہیں
نفرت بھی نہیں کسی سے الفت بھی نہیں
لے لیتا ہے نقش اس کا جو سامنے آئے
آئینے کی کوئی خاص فطرت ہی نہیں
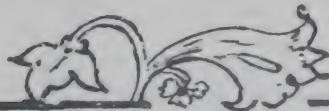
ظلم بیجا

قل کل من عند اللہ۔ یعنی بُرائی بھلائی نیکی بدی سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔

خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ

یہ ایک عام سوال ہے کہ جب سب کچھ خدا کی طرف سے ہے تو پھر ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہو سکتی ہے۔ یہ تو سراسر ظلم ہے کہ کرے کوئی اور پکڑا جائے کوئی۔

○

سوال سے پہلے ہم کو ظلم کی تعریف سمجھنا چاہیئے۔

ظلم کہتے ہیں غیر کی ملک میں تصرف کرنے کو۔ اپنی ملک میں تصرف کرنے کو ظلم نہیں کہا جاتا عام ازیں کہ وہ تصرف ہماری اپنی مرضی اور عقل کے مطابق ہو یا غیر مطابق یہ امر تو یقینی اور مسلم ہے کہ ہر فعل اور قوت قدرت ہی سے ہے لیکن چونکہ افعال کا صدور ہم سے اور ہمارے جوارح سے ہوتا ہے اس لئے اس کا تزکیہ (جس کو ہم سزا سے تعبیر کرتے ہیں) ہم سے اور ہمارے جوارح سے متعلق ہوگا جس سے جس طرح کام لیا جاتا ہے اس سے ویسی ہی سزا جزا متعلق ہوتی ہے۔ نیکوکار نعمت اور جنت کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور بدکار عذاب اور دوزخ کا لیکن انتقاماً نہیں، بلکہ اس کا نتیجہ بھی تصفیہ اور تزکیہ ہوتا ہے۔

○

ان کا غضب بھی موجب اصلاح حال ہے
ہوتی نہیں تمیز جلال و جمال میں

اس محل پر حضرت عیسیٰ کا یہ کہنا۔

ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم۔

یعنی اگر تو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہی ہیں اور اگر معاف کر دے تو تیرا فضل و کرم ہے کیونکہ تو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ لف ونشر غیر مرتب کے طور پر صفت عزیز مغفرت سے متعلق ہے اور صفت حکمت عذاب سے۔

واللہ اعلم واحکم بالصواب

عاشق بت شعلہ خو کا دیوانہ ہے — خود شمع پہ گرتا ہے جو پروانہ ہے
یاں روح کے ہر مرض کا ہوتا ہے علاج — دوزخ جسے کہتے ہیں شفاخانہ ہے

دور کیوں جاتے ہم خود بھی کبھی اپنے ہاتھ کو عطر اور خوشبو لگا کر سارے جسم اور منہ پر پھیرتے ہیں اور کبھی گندگی اور نجاست سے آلودہ کر کے اپنے سے دور رکھتے ہوئے اس قدر رگڑ رگڑ کر دھوتے ہیں کہ بعض دفعہ کھال تک نکل آتی ہے صاف اور پاک کپڑے کو پہن کر ہم ہی میلا کرتے ہیں لیکن دھوبی کی گرم گرم بھٹی میں کپڑا

ہی ڈالا جاتا ہے جس کا مقصد انتقام نہیں بلکہ صرف تزکیہ ہے۔

(۲) اگر تمام اُمور میں جبر ہی فرض کر لیا جائے تو "ہم کیوں پکڑے جاتے ہیں" کہنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ جب تمام اعمال اور افعال جبری ہیں تو سزا و جزا بھی جبری کیوں نہ ہو۔

ہم نے مانا کہ ظلم ہی ہے تمام　　ظلم پر صبر ایک یہ بھی سہی

تم اگر جبر ہی کے قائل ہو

جبر میں، جبر، ایک یہ بھی سہی
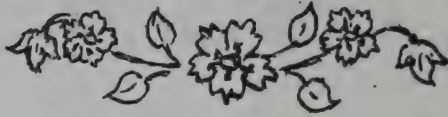
جو چاہتے ہیں وہ کر رہے ہیں　　ہم کو کوئی اختیار کب ہے

اک روح ہی امرِ رب نہیں ہے　　ہر امرِ جہاں میں امرِ رب ہے
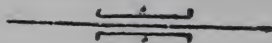
سکونِ قلب

سکونِ قلب کی ترکیب بھی عجیب تر ہے۔ قلب (یعنی انقلاب) اور سکون دو متضاد چیزیں ہیں۔ بالفرض ہم دنیا سے الگ ہو کر دنیوی مصائب سے اطمینان بھی حاصل کر لیں اور ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو جائیں تو بھی اللہ کے بندے کو حضرت جل جلالہٗ کے جلال سے کس طرح اطمینان حاصل ہو سکتا ہے بلکہ جوں جوں عرفان میں ترقی ہوتی جاتی ہے، خوف و خشیۃ میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

راس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔ خوفِ الٰہی اصل ایمان ہے۔* ؎

رہ سکے کس طرح امجد مطمئن

زندگی خوفِ خدا کا نام ہے

آرام سے ایک دن نہیں رہ سکتا
یہ دل کبھی دردو بن نہیں رہ سکتا

ہر وقت خدا کا ڈر لگا رہتا ہے
مومن، کبھی مطمئن نہیں رہ سکتا

---

* ہمارے ایک دوست پوچھتے ہیں کہ پھر الا اِنَّ اَوْلیاءَ اللہِ لاَ خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا کیا مطلب ہو سکتا ہے لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ آیت عالمِ آخرت سے متعلق ہے نہ کہ عالمِ شہادت سے لا تخف ولا تحزن سے ثابت ہوتا ہے کہ صدیق اکبر کو بھی خوف اور حزن لاحق ہوا تھا۔

اِنَّ المؤمن لایا مَنُ قلبه ولا تسکن روعته ولا یا مَنُ اضطرابه۔
مومن کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ خوفِ الٰہی سے بے خوف نہیں ہو سکتا اور اس کو
بیقراری سے کبھی آرام نہیں مل سکتا۔

کب کام اپنا موافقِ مرضی ہو
دیکھیں کب دل کی آرزو پوری ہو
بیفکری کی فکر میں گھُلے جاتے ہیں
ہر دم یہی فکر ہے، کہ بے فکری ہو

○

کیا غنچۂ پژمردہ بھی کھل سکتا ہے؟
کیا دامن صد چاک بھی سِل سکتا ہے
امجدؔ، کچھ ہم بھی جمع کر ہی لیں گے
سکوں ہیں۔ اگر سکون مل سکتا ہے

○

دریا کے لئے تو جزر و مد لازم ہے
پانی ہی نہیں — اگر روانی ہی نہیں
تکلیف سے زیست کا پتہ چلتا ہے
تکلیف نہیں — تو زندگانی ہی نہیں

○

یہ میرا جگر، یے جگروں میں تو نہیں
یہ جسم، تمام نشتروں میں تو نہیں
اس قلب میں انقلاب کیوں ہوتا ہے
یہ گیند کسی کی ٹھوکروں میں تو نہیں

○

امجدؔ! مرنے سے پہلے کیوں گڑتا ہے
رستے میں، قدم قدم پہ کیوں اڑتا ہے
تڑپے پھڑکے، گرے پڑے، دم توڑے

گھوڑے کو تو گاڑی کھینچنا پڑتا ہے

○

کب کسی کو سکون ملتا ہے
پانی مانگو تو خون ملتا ہے
کہیں راحت نہیں، جنوں کے سوا
ہم کو سب کچھ ملا، سکوں کے سوا

○

دل ہے صد چاک، چاک دل سینہ ہے
لیکن اس پر بھی ہر طرح جینا ہے
جلتی ہی نہیں ہے، شمع روغن کے بغیر
جب تک جینا ہے، خون دل پینا ہے

○

جو طالب تسکیں ہے وہ دیوانہ ہے
جب تک جینا ہے رنج و غم کھانا ہے
کہتے ہیں جسے سکون دل ہم، امجد
دل کی حرکت کا بند ہو جانا ہے

○

راحت کا ہر ایک خیال باطل ٹھیرا
ہر سہل سے سہل کام مشکل ٹھیرا
تسکین اور زندگی میں کیونکر ملتی
جب جسم سے جان نکل گئی دل ٹھیرا

○

راحت سے ہمیشہ ہچکچاتا ہوں میں
آرام سے اپنا منہ چھپاتا ہوں میں
کیا جانئے ساتھ کیا بلا لے آئے
آتی ہے خوشی تو کپکپاتا ہوں میں

○

ساری دنیا میں کوئی اپنا نہ ہوا
پیدا ہونا کچھ اپنا اچھا نہ ہوا
جو بھی پیدا ہوا مصیبت میں پھنسا
سب سے اچھا وہ ہے جو پیدا نہ ہوا

⊙

دنیا یہ ہے، تو دین میں کیا ہو گا
ظاہر یہ ہے۔ کمیں میں کیا ہو گا
اب تک تو زمین پر تڑپتے ہی کٹی
معلوم نہیں زمین میں کیا ہو گا
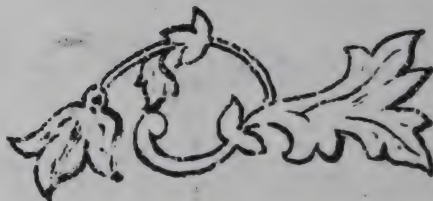
اِبتلا یا آزمائش

ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات الخ یعنی ہم تم کو جانی اور مالی مختلف قسم کے نقصانات اور مصائب میں مبتلا کرکے آزماتے ہیں۔

آزمائش اس کی ہوتی ہے جس کے متعلق ہم کو اس کا علم نہ ہو۔ عالم الغیب والشہادۃ ہمارے ظاہر و باطن سب سے واقف ہے ایسی صورت میں ابتلاء و آزمائش کا یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اس ابتلاء و آزمائش میں خود ہم کو ہماری آزمائش ہوتی ہے اور ہم کو ہماری قوت برداشت اور تحمل سے واقف کرایا جاتا ہے۔ رودِ موسیٰ کی طغیانی میں کون سی مصیبتیں تھیں جو ہم پر نہیں پڑیں، کون سی بلائیں تھیں جو ہم پر نازل نہیں ہوئیں۔ گھر بھر کی بربادی، خاندان کی تباہی دن کی روشنی میں، آنکھوں کے سامنے عزیز قریب، اپنی معصوم بچی، شریک زندگی بیوی عزیز از جان والدہ کی غرقابی، خود اپنی جان پر طرح طرح کے عذاب کا نزول۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ اگر وقت سے بیشتر ہم کو اس کا علم ہوتا تو غالباً وقت آنے سے پہلے ہی خوف خوف میں ہمارا دم نکل جاتا اور ہم مرنے سے بہت پہلے مرجاتے (تفصیل کے لئے دیکھو جمال امجد، چھٹا نوشتہ) لیکن قدرت نے ان تمام مصائب میں جن کی برداشت، ہماری حدِ عقل تک، ہمارے حدِ امکان سے

باہر تھی، ہم کو مبتلا کر کے یہ بتلادیا کہ "تم میں" برداشت کی قوت "صبر و تحمل کی طاقت کہاں تک ہے اب تو تم نے اچھی طرح اپنی آزمایش کرلی ---- صرف کنارے کھڑے ہو کر نہیں بلکہ دریا میں ڈوب کے اور غوطے کھاکر اچھی طرح دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ تم کس حد تک صبر و تحمل کے حامل بنائے گئے ہو۔

سُبحان الذی خلق کل شیئً ثم ھدیٰ ۔

جب ساتھ ہے وہ، تو رنج و ماتم کیا ہیں
جب وہ غم خوار ہے تو پھر غم کیا ہیں
کہتے ہیں جسے ہم "آزمایش" امجد
ہم کو یہ بتایا جاتا ہے۔ ہم کیا ہیں؟
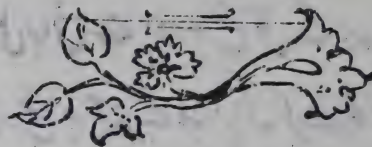
اَمراض

اللھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی ۔ اے اللہ بنسبت ظاہر کے میرے باطن کو اچھا کر دے

امراض کی دو قسمیں ہیں روحانی اور جسمانی۔

جسمانی ادنیٰ سے ادنیٰ مرض کے لئے ہم فوراً اطبائے جسمانی کی خدمات حاصل کرتے ہیں امراض روحانی مثلاً حسد، بغض، ریا، دروغ گوئی، مردم آزاری وغیرہم، پہلے تو ہم ان امراض کو امراض ہی نہیں سمجھتے اور کبھی سمجھتے بھی ہیں تو نہ کسی طبیب روحانی کی تلاش کرتے ہیں نہ اس کے ازالہ کی فکر کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ "ہم بہت گنہگار ہیں" کہہ کر قصہ ختم کر دیتے ہیں۔

ایک دفعہ حضور انور علیہ الصلواۃ والسلام کے حضور میں ایک عورت (جس کو ناقص العقل کہا جاتا ہے) حاضر ہو کر عرض کرتی ہے: حضور مجھ سے فعل زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مدت حمل تک انتظار کرو یہ سُن کر وہ عورت چلی جاتی ہے اور وضع حمل کے بعد بچے کو لے کر خدمت میں حاضر ہوتی ہے کہ حمل وضع ہو گیا ہے لہذا پاک کرنے کا حکم دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ختم رضاعت تک صبر کرو۔ عورت پھر چلی جاتی ہے۔ رضاعت کی مدت ختم ہونے کے بعد بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دے کر حضور میں پیش کرتی اور کہتی ہے کہ بچے نے اب دودھ چھوڑ دیا ہے اور روٹی ٹکڑا کھا سکتا ہے۔

اب تو مجھے پاک کر دیجئے۔ آخر تیسری دفعہ زمین میں نصف دفن کر کے سنگسار کر دی جاتی ہے۔

نبوت کی تیز روشنی میں اپنی روح کے سیاہ اور بھیانک داغ کو دیکھنے والی پتھر کے جگر والی، لاکھوں مردوں سے زیادہ قوی ایمان والی بہادر اور شیر دل عورت اپنے نفس کو واصبر وما صبرك الا باللہ سمجھاتی ہوئی۔ پتھروں کی مار سے پاش پاش ہو کر دنیائے فانی سے رخصت ہو جاتی ہے۔ اللہ اکبر کبیرا یہ ہے ایمان۔ اور یہ ہے خوف الہٰی اور یہ ہے گناہوں پر ندامت۔

خدا کی رہ میں قربان ہونے والے ایسے ہوتے ہیں
گناہوں پر پشیمان ہونے والے ایسے ہوتے ہیں

ایک ہم ہیں کہ ہم کو اپنا بُرے سے برا عمل بھی اچھا ہو کر نظر آتا ہے۔ اگر کبھی کسی اپنے عمل کو برا بھی سمجھتے ہیں تو اس پر ہزاروں پردے ڈالے جاتے ہیں اور اس کو ہر طرح چھپانے کی فکر کی جاتی ہے۔

یہ ہے ہمارا ایمان اور یہ ہے خوف الہٰی اور یہ ہے گناہوں پر ندامت۔

○

مسلم ہوں اور اسلام کا دم بھرتا ہوں — اللہ اللہ بھی رات دن کرتا ہوں
لیکن۔ ایمان کی اگر پوچھتے ہو — اللہ کے سوا ہر ایک سے ڈرتا ہوں

○

ہر چیز ہمارے تن میں ہے جاں کے سوا
موصوف بہر صفت ہیں، ایماں کے سوا
عالم، فاضل، فقیہ، صوفی، مرشد
سب کچھ ہیں جناب امجد انساں کے سوا

کوئی ہے نگارِ خوبرو کا بندہ
اور کوئی ہے ساغر و سبو کا بندہ
سب اپنے ہوائے نفس کے بندے ہیں
اے کاش کوئی تو ہوتا ہُو، کا بندہ

دنیا میں، قدم قدم پہ پھندا دیکھا
ہر شہر میں مکر و فن کا دھندا دیکھا
ہم کو تو کوئی خدا کا بندہ نہ ملا
جس کو دیکھا، غرض کا بندہ دیکھا

(۲) چھوٹے بڑے گناہ تو سبھی کرتے ہیں لیکن ہمارے اس دور میں سزا وہی پاتا ہے جو پکڑا جاتا ہے۔ دنیا میں وہی شخص بڑا ہوشیار سمجھا جاتا ہے جو گناہ کرے اور گرفت میں نہ آئے۔ جرم جب تک پوشیدہ ہے گویا جرم ہی نہیں ہے

وہی کرتا ہے جہاں میں ہر شخص
جس نے جس کام کو اچھا جانا
جرم دنیا میں کوئی جرم نہیں
جرم ہے، جرم میں پکڑا جانا
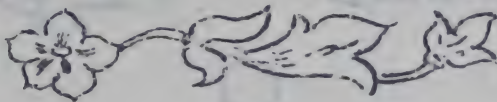
اوراد و وظائف

ایک دفعہ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ "میں ایک مدت سے اوراد وظائف پڑھتا ہوں اور اب تو اس کا عادی بھی ہو گیا ہوں۔ اپنے وقت پر بلا ارادہ زبان چلنے لگتی ہے لیکن بعض مہربان دوست کہتے ہیں کہ بے سمجھے طوطے کیطرح پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم نے کہا اگر فائدہ نہیں تو نقصان بھی نہیں۔ کچھ نہ کرنے سے تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی بہتر ہے۔ کائنات کی کوئی چیز، کوئی قول، کوئی فعل، کوئی حرکت رائیگاں نہیں ہے زمین میں بیج سیدھا ڈالو یا الٹا آخر درخت بن کر ہی رہتا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ سمجھ کر عبادت کرنا، معنیٰ فہمی کے ساتھ وظائف پڑھنا بہت ہی اچھا ہے مگر بے سمجھے پڑھنا بھی غیر مفید نہیں۔

(۲) اسی طرح ایک دوست نے پوچھا تھا کہ ہم نماز تو پڑھتے ہیں لیکن نہیں معلوم قبول بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر پہلی نماز قبول نہ ہوتی تو دوبارہ نماز پڑھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

ایک دفعہ کھانے کے بعد دوسری دفعہ کھانے کے یہی معنیٰ ہو سکتے ہیں کہ پہلا کھایا ہوا کھانا ہضم ہو گیا۔

گھر کرتی ہے پتھر میں صدا کی تاثیر　　خالی نہیں جاتی ہے دعا کی تاثیر

اجزائے دوا سے گو نہ ہوں ہم واقف

ہوتی ہے مگر پھر بھی دوا کی تاثیر

نماز بے حضور

اسی طرح ایک دفعہ ایک دوست نے کہا کہ ہم مارے باندھے غلط سلط نماز تو پڑھ لیتے ہیں لیکن نماز کی نیت کے ساتھ ہی خطرات اور افکار کا اس قدر ہجوم اور طوفان ہوتا ہے کہ ساری نماز بغیر حضورِ قلب، خطرات و افکار میں غائب ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہم نے کہا، کہ نیت نماز اور تکبیر تحریمہ کے وقت تو علی العموم کم و بیش سب کو حضوری رہتی ہے البتہ نیت کے بعد حالات بدل جاتے ہیں۔ نماز میں آمد خطرات کے متعلق تو اس سے پہلے ہم نے خرقۂ امجد میں لکھا ہے کہ

فطرت ہر چیز کی طرف مڑتی ہے
ٹوٹی ہوئی چیز، آکے پھر جڑتی ہے
ہوتا ہے نماز میں ہجوم خطرات
گھر جھاڑتے وقت، خاک بھی اڑتی ہے

اب نماز میں مختلف افکار رفع کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان افکار کی نوعیت ہی بدل دیجئے وہ اس طرح کہ نماز میں جو بھی دینی یا دنیوی افکار آپ کو لاحق ہوں اپنے اس مالک کے حضور میں (جس سے نمک کی کنکری اور جوتی کا تسمہ بھی مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے) بلاپس وپیش، پیش کرتے

جائے۔ اس سے حضوری قلب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ "چہ خورد بامداد فرزندم" کا خیال آتے ہی وارزقنا وانت خیر الرازقین کہتے ہوئے اپنے رزاق حقیقی سے رزق کا سوال کیجئے وقس علی ہذا

پریشان حال بندہ، اپنی پریشانی کے حالات، اپنے دل کا درد، اپنے غم کی داستان اپنے مالک کے سوا اور کس کو سنا سکتا ہے۔

اور اس کے سوا ہماری سننے والا ہی کون ہے۔

اور اس کے سوا ہماری سنتا ہی کون ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حالت نماز میں جہاد کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔

غم کھاؤ، ستم اٹھاؤ، تکلیف سہو
منہ کو تالا لگاؤ خاموش رہو
اے حضرت دل تم اپنے دکھ کی باتیں
کہتے ہو تو دل میں بسنے والے سے کہو

چندروزہ مہلت

ویوم یعرض الذین کفروا علی النار اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا۔ فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون۔

یعنی قیامت کے دن جب کافر دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے تو ان سے کہا جائیگا۔ کہ تم اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے حصہ کے مزے اڑا چکے اور ان سے خاطر خواہ فائدہ بھی اٹھا چکے تو آج تم کو ذلت کی سزا دیجائے گی۔

○

(۱) متاعٌ قلیلٌ ثم ماواھم جھنم وبئس المصیر۔

یعنی چندروزہ مزے اڑالو پھر جہنم میں تو جانا ہی ہے۔

(۲) یعلمون ظاھرا من الحیوٰۃ الدنیا وھم من الآخرۃ ھم غافلون۔

یعنی لوگ دنیوی زندگی کے ظاہری ساز وسامان پر جان دیتے ہیں لیکن انجام سے بے خبر ہیں۔

(۳) کلوا وتمتعوا قلیلا انکم مجرمون۔

یعنی چند روز کے لئے مزے اڑالو پھر سزا تو بھگتنا ہی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کیفر دار اور پاداش عمل ایک یقینی اور مسلمہ

امر ہے تو فلاں فلاں اشخاص اپنی تمام برائیوں، مردم آزاریوں، حرام کاریوں بدکاریوں کے باوجود دن رات ترقی کے زینے پر چڑھے چلے جارہے ہیں، نہ ان کو غم ہے، نہ غصہ ہے، نہ رنج ہے نہ فکر ہے۔ ہر وقت چہچہوں قہقہوں، رقص و سرود، عیش و مسرت میں زندگی کے دن بسر کر رہے ہیں۔

لیکن ان کو شاید خدائے تعالیٰ کا یہ ارشاد معلوم نہیں ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم۔ انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین۔

خود پسند عیش پرست چند روزہ مہلت پر دھوکہ نہ کھائیں اور یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہم گناہوں کی یاداش سے بچ گئے، ان لوگوں کو یہ مہلت تو صرف اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اور جی بھر کر گناہ کر لیں پھر اس کے بعد تو عذاب ہی عذاب ہے۔ جس طرح لیا ہے اسی طرح واپس دینا بھی پڑے گا۔ اس کے سوا قدرت اس کے کردار اس کے مظالم اس کے بداعمالیوں کی سزائیں، اس کی اولاد کے لئے بھی اٹھا رکھتی ہے۔ دولت کی وراثت کے ساتھ نکبت و مصیبت کا بھی وارث بننا پڑتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

پیدا ہوتے ہیں لوگ مرنے کے لئے — سر چڑھتے ہیں قبر میں اترنے کیلئے

اکثر بکروں کو تم نے دیکھا ہوگا — موٹا کرتے ہیں۔ ذبح کرنے کے لئے

قدم قدم پہ قدم بوس ہے ادھر تو اجل　　اُدھر حسینوں سے بوس و کنار ہوتا ہے
ادھر تو بیٹھ رہا ہے زمین میں پایہ　　اُدھر مکان میں نقش و نگار ہوتا ہے

گرچہ دنیا بمرادست وسپہرم یاور
گنج قارون بکف و شاہد دولت بہ کنار
لذّت از دہر چہ جویم کہ اجل بر بالین است
باغبان در قفسم کردہ نماید گلزار

دیکھ کر رنگ تہنیر و تجہیز　　عقل ہر اہل خرد کی گم ہے
وہی برسی ہے وہی سال گرہ
وہی چلّہ ہے وہی جہلم ہے

ہم اور ہمارے گناہ

لوکان فیھما آلھۃ" الا اللہ لفسدتا ۔ یعنی زمین و آسمان میں اگر

خدائے واحد کے سوا اور بھی معبود ہوں تو سب نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

عقائد میں تو پڑھایا جاتا ہے "خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ ماشاء اللہ کان

وما لم یشاء لم یکن ۔ یعنی خیر اور شر سب منجانب اللہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے

اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا ۔

لیکن معاملات میں' خیر او نیکی کا فاعل خدا کو قرار دیا جاتا ہے اور شر

اور بدی کے ذمہ دار اور فاعل ہم ٹھیرائے جاتے ہیں

ذات واجب کے سامنے' ہم بھی ــــ نام و نمود رکھتے ہیں
حق سے نیکی ہے' اور ہم سے بدی گویا' ہم بھی وجود رکھتے ہیں

○

ہر چند بداعمال و سیہ کار ہوں میں رسوائے سر کوچہ و بازار ہوں میں
کیا شان جتاؤں اپنی ۔ تیرے آگے
کس طرح کہوں
بڑا گنہ گار ہوں میں

تو ہے یکتا اگر بھلائی میں میں بھی بے مثل ہوں برائی میں
ہوں اگر دو وجود ایک جگہ خلل آجائے گا خدائی میں

ایک بات

اِنَّ الذین قالوا ربّنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

یعنی جو لوگ خدائے تعالیٰ کو اپنا پروردگار تسلیم کرتے ہیں اور پھر اسی پر جم جاتے ہیں تو وہ رنج و غم کی زد سے دور نکل جاتے ہیں۔

سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کسی نے کہا کہ حضور مجھے کوئی ایک ایسی بات بتا دیجئے جس کے بعد مجھے پھر آپ سے یا کسی اور سے کچھ پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور پھر اسی عقیدے پر جمے رہو۔

مُوحّد کی ہوتی ہے بس ایک بات ❖ وہ کرتا نہیں گفتگو واہیات

یہ اک کلمہ ہے جامعِ کلِ کلم

قُل ـــــ آمنت باللہِ ثم استقم

(۲)

کلمۂ توحید بھی ایک بات تھی ❖ خلق کو جو زیر و زبر کر گئی

رکھ دیا سرکش نے بھی سجدے میں سر

بات تھی سچ ـــ دِل میں اثر کر گئی

(۳)

وہ مسئلہ جو ہو دل نشین اچھا ہے ❖ وہ علم ملے جس سے یقین اچھا ہے

ہو کفر سے دوستی نہ اسلام سے بیر ❖ دل جس سے ہو مطمئن وہ دین اچھا ہے

ہماری نیکیاں

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذیٰ

اللہ والو! اللہ کے بندوں پر احسان کرکے احسان مت جتاؤ اس سے تمہارا کیا دھرا سب غارت ہوکر نیکی برباد گناہ لازم ہوجاتا ہے۔

اِک دو پیسے کسی کو کیا دیتے ہیں — احسان جتا کے دل دکھا دیتے ہیں
کیا کہنا ہے اپنی نیک اعمالی کا — نیکی کو بھی بدی بنا دیتے ہیں

اسی طرح ہم بعض روزہ داروں کو دیکھتے ہیں کہ ہر ذرا سی بات پر منہ سے کف اڑاتے ہوئے گالی گلوج، مارپیٹ پر اُتر آتے ہیں۔ کیوں نہ ہو بڑے روزہ دار کیا۔

اسی طرح ہم بعض نمازیوں کو دیکھتے ہیں کہ اپنی نماز اور اپنی داغدار پیشانی کے دماغ میں دوسروں کو جہنمی، مردود، ملعون، کافر بنا دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ بڑے نمازی ہیں۔

اسی طرح ہم نے بعض حاجیوں کو دیکھا ہے۔ ہم جس جہاز میں حج کو جا رہے تھے صرف پانی کے واسطے ایک حاجی صاحب نے دوسرے حاجی کا سر توڑ کر سر سے پاؤں تک خون میں نہلا دیا۔ کیوں نہ ہو بڑے حاجی ہیں۔

یہ ہیں ہماری عبادتیں، اور یہ ہیں ہمارے حسنات، اور یہ ہے ہماری مسلمانی۔

پرداخت نہ کی تونے کماہی دِل کی — دیکھی نہ کبھی ذرہ اتباہی دِل کی
اے زاہد خود بین یہ نہیں داغ سجود — پیشانی سے ظاہر ہے سیاہی دِل کی

مراتبِ ربوبیت

هوالاوّل والآخر والظاہر والباطن

جس مادے سے جو شئے بنتی ہے اس شئے میں وہ مادہ ضرور باقی رہتا ہے۔ مصدر ضرب سے مختلف افعال بنائے۔ ضرب یضرب۔ ضارب مضروب الیٰ آخرہ ضرب ہر فعل میں موجود رہے گا۔ لکڑی سے میز، کرسی، صندوق، تخت وغیرہ بنتے ہیں۔ نام بدلتے جاتے ہیں لیکن لکڑی پن سب میں باقی رہتا ہے۔ مٹی سے سینکڑوں ظروف بنتے ہیں۔ نام بدلتے ہیں لیکن مٹی پن سب میں موجود ہوتا ہے۔

اللہ (صاحبِ الوہیت) سے کائنات کا وجود ہوا ہے۔ الوہیت یا معبودیت کے دو ہی سبب ہوتے ہیں جلال، جمال، یا قہر و مہر، یا نفع و ضرر، یا خوف و امید عبدیت یا پرستش کا سبب یہی دو چیزیں ہیں یا خوف کے سبب سے کسی کے آگے سر نیاز خم کیا جائے گا یا امید کی وجہ سے اس کی پرستش کی جائے گی۔ اب غور سے دیکھو آگ، پانی، خاک، ہوا، دریا، کوہستان، بیابان حیوان انسان و آسمان ہر شخص ہر چیز ہر ذرہ ذرہ نفع و ضرر خوف و رجا کا مرکز بنا ہوا ہے ہر موجود میں وجود ہے اور ہر وجود خوف و رجا نفع و ضرر کا متضمن ہے۔ اس لئے بعض دیکھنے والے وجود کو موجود سے پہلے دیکھ کر کہتے ہیں۔

ما رأیتُ شیئاً الا رأیتُ اللہ قبلہ

ما رائیتُ شیئاً الا رائیت اللہ قبلہ

بجتا ہو ستار اور مضراب نہ ہو   پھیلی ہوئی چاندنی ہو مہتاب نہ ہو

میں ' - میں نہیں ہو سکتا

نہ ہو ـــــ تو جب تک

ممکن ہی نہیں ـــــ حباب ہو ' آب نہ ہو '

(۲) بعض دیکھنے والے موجود کو پہلے اور وجود کو بعد دیکھ کر کہتے ہیں۔

ما رایت شیئاً الا رائیتُ اللہ بعدہٗ

میرے ہی مکان سے وہ ناگہ نکلا   سمجھا تھا جسے دور' وہ ہمرہ نکلا

میں - محو رہا نفی میں جس کی دن رات

آخر میں' وہی اِلٰہ ـــ اللہ نکلا

(۳) بعض دیکھنے والے وجود کو موجود کے ساتھ ساتھ دیکھ کر کہتے ہیں۔

ما رائیت شیئاً الا رائیت اللہ معہ

یا جلوہ ذات ہے شعاع خورشید   یا نقش صفات ہے شعاع خورشید

ہر حال میں ہے شان معیت ثابت   خورشید کے سات ہے شعاع خورشید

(۴) بعض دیکھنے والے موجود کو وجود کا غیر نہیں سمجھتے بلکہ ہر موجود کو وجود کا عین سمجھ کر کہتے ہیں۔

ما رائیت شیئاً الا رائیت اللہ

مخلوق ہوئی ہے جتنی مخلوق خالق سے جدا کوئی نہیں ہے
بے معنی ہے وصل، اور جدائی جب اس کے سوا کوئی نہیں ہے
جس کو دیکھا اسی کو دیکھا
یاں غیر خدا کوئی نہیں ہے

دفع دخل

اگرچہ فرق ہے دونوں میں جزو اور کل کا

یہ جزو کل کے برابر تو ہو نہیں سکتا

یہ کائنات ہے گو ایک وجود سے موجود

حباب پھر بھی سمندر تو ہو نہیں سکتا
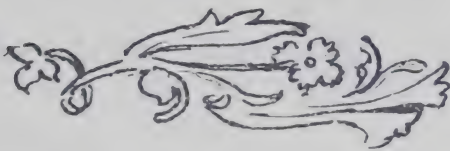
قارون کی کہانی

قال الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا یالیت مثل ما اوتی قارون ۔الخ

یعنی دنیا والے قارون کی شان وشوکت، مال ودولت دیکھ کر کہنے لگے کاش ہم کو بھی قارون کی دولت، قارون کی شوکت نصیب ہوتی ۔

لیکن جب قارون صاحب زمین میں دھنسنے لگے تو وہی مال ودولت کی آرزو کرنے والے چلا اُٹھے کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس دولت کی لعنت سے ہم کو بچا لیا ورنہ ہمارا بھی وہی حشر ہوتا جو آج قارون کا ہوا۔ واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

○

از عقل تباہ کار نادانی بہ　　از خلعت پر غرور عریانی بہ
از سامانے کہ نخوت آرد در سر　　صد بار مرا بے سروسامانی بہ

○

ہر چند بہت گران بہا ہے سونا　　اکسیر ہے اور کیمیا ہے "سونا"
کر دیتا ہے بندے کو خدا سے غافل　　سونے کو اسی لئے کہا ہے "سونا"

○

ہر ایک ذرہ کبھی ہے امید کا مرکز　　ذرا سی دیر میں پھر خوفناک ہوتا ہے
بلند ہو کے یہی خاک، کاخ بنتی ہے　　زمین پہ گر کے یہی کاخ، خاک ہوتا ہے

مظلوموں کو مارنے سے مرنا اچھا — مٹی پتھر سے پیٹ بھرنا اچھا
بے ایمانی کی نعمتوں سے، امجد — ایمان کے ساتھ فاقہ کرنا اچھا

زیارت قبور

اہلِ قبور سے استمداد جائز ہے یا نہیں؟
کیا مردے بھی زندوں کی طرح کچھ مدد کر سکتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ چاہے تو مردے اور زندے سب سے فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ نہ چاہے تو نہ زندوں سے کام چل سکتا ہے نہ مردوں سے۔ قبر پر جانے، صاحب قبر کی عظمت اور ان کی روحانیت کا خیال دل میں قائم کرنے سے اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ خود اپنی دعا میں یکسوئی اور خاص توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات دعا کرنے والے کے ساتھ صاحب قبور بھی آمین، آمین کہتے ہیں۔

کل ایک مزار پہ ہوا اپنا گزر — پھولوں کی چڑھی ہوئی تھی جس پہ چادر
گھیری ہوئی تھی بہت سی مخلوق جسے — مرد اور عورت، جوان، بوڑھے، بچے

دہلیز پہ سر اپنا رگڑتا تھا کوئی
اس قبر کی پائین میں گڑتا تھا کوئی

یہ دیکھ کے ہم بہت ہی حیران ہوئے
اس قبر پرستی سے پریشان ہوئے

ہوکر حیران اپنے دل میں سوچا
اک تودۂ خاک کی یہ پوجا ؟ توبہ

ان پوچنے والوں کو ہوا ہی کیا ہے
اس خاک کے ڈھیر میں دھرا ہی کیا ہے

ہم دور کھڑے ہوئے اسی سوچ میں تھے
فرمایا کسی نے کان میں چپکے سے

اکردیم بسے سجدہ بدرگاہ کسے
پامال شدیم در سر راہ کسے
پروانہ شدیم بر تجلائے کسے
خاکیم ۔ ولے خاکِ کفِ پائے کسے

اقسام وجود

ما اصابك من حسنةٍ فمن الله - وما اصابك من سيئةٍ فمن نفسك

یعنی تم سے کوئی نیکی صادر ہو تو اسے منجانب اللہ سمجھو، اور اگر تم سے کسی برائی کا ظہور ہو تو خود اپنی طرف منسوب کر لو۔

اللہ اللہ کیا سے کیا ہو جاتا پھنستا نہ اگر قید خودی میں بندہ

ہے ایک وجود جسکی دو جہتیں ہیں

نیکی میں خدا ہے اور بدی میں بندہ

ہر چند کہ روح نے ابھارا مجھ کو پھر جسم نے گور میں اتارا مجھ کو

من حیث وجود میں بھی لافانی ہوں اس صورت نوعیہ نے مارا مجھ کو

آزادی

ربنا لا تکلنا علی انفسنا۔ اے رب ہم کو ہمارے نفسوں کے حوالہ مت کر۔

آج کل سب کو آزادی کی فکر ہے۔ ان سب کے مدنظر ہم کیوں اس فکر سے محفوظ رہیں۔ سوچنے لگے کہ ہم بھی ان تمام تمدنی، معاشی، معادی، خانگی سرکاری سماجی، ازدواجی وغیرہ وغیرہ بندھنوں کو توڑ کر آزاد کیوں نہ ہو جائیں جو جی چاہا کیا، جو جی نہ چاہا نہ کیا، جہاں جی چاہا چلے گئے، جہاں جی چاہا رہ گئے۔ اپنے جی کی سنیں گے اپنے جی کی کہیں گے۔ بہرحال جب تک جیتے رہیں گے اپنے جی کے ہو رہیں گے اور بس۔ اسی کا نام ہے آزادی، اور اسی کا نام ہے فقیری میں بادشاہی لیکن جب ایک قدم اور آگے بڑھایا تو معلوم ہوا کہ :—

آزادی کے غم میں گھل رہا ہوں ۔۔۔ آزادی کو لے کے کیا کروں گا

اب مجیر کا حکم مانتا ہوں
جب نفس کی اقتدا کروں گا

○

امجدؔ، این پیراہن تن چاک کن ۔۔۔ ہستی خاکی خود را خاک کن
در ہوائے جان جان برباد شو ۔۔۔ ہاں، ز قید نفس خویش آزاد شو

چون ز آزادی گرفتم بندگی
سہل تر شد مشکلات زندگی

شب وصال

ینزل ربنا کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقیٰ ثلث اللیل فیقول من یدعونی فاستجب لہ من سالنی فاعطیہ من یستغفرلی فاغفرلہ (اخرجہ الستہ)

یعنی ہمارا پروردگار ہر رات رات کے آخر حصہ میں آسمان دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے:

ہے کوئی دعا کرنے والا؟ کہ میں اس کی دعا کو قبول کروں
ہے کوئی مانگنے والا؟ کہ میں اس کے سوال کو پورا کروں
ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا؟ کہ میں اس کو بخش دوں

ہر رات وہ عرش سے اتر آتا ہے
جو اس کو بلائے اس کے گھر آتا ہے
ہے دیدۂ بیدار کو ہر شب شب قدر
شب کے پردے میں رب نظر آتا ہے

ہے فیض کی تجلی۔ گہری اندھیریوں میں
بکتا ہے رات ہی کو سودا تیری گلی میں

تاریکی شب میں دیکھنے کی تھی بہار
امجد صاحب اٹھے سویرا کر کے
قدرت والے سینما والوں کی طرح
دکھلاتے ہیں کھیل اپنے اندھیرا کر کے

خواہش

دنیا والوں کی سب سے بڑی مصیبت پیدائش ہے اور پیدائش کے بعد سب سے بڑی مصیبت خواہش ہے۔ ایک خواہش ہو تو کوئی اس کو پوری بھی کر سکتا ہے لیکن یہاں تو خواہشوں کی مسلسل بوچھاڑ ہو رہی ہے۔

دنیائے دو روزہ میں امجد کیا جان کو کاہش ہوتی ہے
اِک خواہش پوری ہوتے ہی پھر دوسری خواہش ہوتی ہے

تمام خواہشوں کی تکمیل کبھی اور کسی طرح نہ امیر کی ہو سکتی ہے نہ فقیر کی۔ لہذا

اب اپنے ہی حال پر نوازش کیجئے　　آپ اپنے ہی نفس بد سے سازش کیجئے
ممکن نہیں ساری خواہشوں کی تکمیل
بہتر یہ ہے۔ کہ
ترک خواہش کیجئے

عجیب تقسیم

یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم یعنی خدائے تعالیٰ بڑا ہی فضل وکرم والا ہے اپنے فضل وکرم سے جس پر چاہے فضل وکرم کرتا ہے۔

یہ سر میرا، نہ یہ قدم میرا ہے　　یہ جان مری ہے اور نہ دم میرا ہے
میں، اور مری ساری زندگانی، تیری　　تو، اور تیرا فضل و کرم، میرا ہے

ثبوت زندگی

ہم اکثر دیکھتے ہیں اور آپ بھی دیکھتے ہوں گے کہ اکثر لوگ بہت باتونی ہوتے ہیں بولتے ہیں اور بہت بولتے ہیں۔ صبح سے شام تک، شام سے صبح تک فقط بولا کرتے ہیں۔ صورت دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔ سنتے سنتے کان بھر جاتے ہیں لیکن بولنے والے کی زبان نہیں تھکتی۔

کیوں بولتے ہیں؟ کس طرح بولتے ہیں؟ کیا بولتے ہیں؟

ہر بول سمجھ سے باہر، ہر قول عقل سے دور۔ گھنٹوں سنیئے، دنوں ہمہ تن گوش بنے رہیے مگر جب غور کیجئے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ نہیں سمجھے۔

اپنا منہ کھول کھول کر ہر دم — گندگی کا ثبوت دیتا ہوں

چل رہی ہے زبان آٹھ پہر
زندگی کا ثبوت دیتا ہوں

کبھی رکتی نہیں اُڑنے سے دم بھر — دہن ہر چند مانند قفس ہے
چلا ہی کرتی ہے بے سوچے سمجھے — زبان گویا نفس کی ہم نفس ہے

ہے پیر وہی جس میں کرامات بھی ہو — اچھی ہے وہ نفی جس میں اثبات بھی ہو
بہتر تو ہے چپ رہو، اگر کہتے ہو — وہ بات کہو، جس میں کوئی بات بھی ہو

ان تقول خیرا۔ او تصمت

محل غضب

نبیٔ عبادی انی غفور الرحیم وان عذابی لشدید

میرے بندوں سے کہدو کہ میں غفور الرحیم ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میرا عذاب بھی بہت ہی سخت ہے

ہماری بیوی بعض دفعہ ہم سے لڑتی ہے اور بہت لڑتی ہے. ہم کہتے ہیں، تم ہم سے لڑتی کیوں ہو۔

کہتی کیا ہیں؟ آپ سے نہ لڑوں، تو پھر کس سے لڑوں.

صلح (مہر و محبت) کے لئے آپ ہیں تو لڑائی (قہر) کے لئے کون؟

واہ سبحان اللہ کیا لاجواب ہے۔

( )

سنتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام جب مصائب میں مبتلا ہوئے تو ان کی بیوی نے کہا کہ ایسی حالت میں تم خدا سے پھر کیوں نہیں جاتے ۔ ایسے خدا کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے حضرت ایوب نے کہا تو تو نادان عورتوں کی سی باتیں کرتی ہے ۔ کیا ہم اپنے خدا سے اچھی اچھی چیزیں لیں اور بُری چیزوں سے انکار کردیں نیک آدمی وہ ہے جس کو خدا تنبیہ دیتا ہے۔ تو قادر مطلق کی تادیب کو حقیر مت جان۔ وہ زخم لگاتا ہے اور اسے باندھتا ہے۔ وہ گھائل کرتا ہے پھر اچھا کرتا ہے۔

ترے درد میں ہے درماں، ترے غم میں ہے مسرت
ترے جور میں ہے لذت، ترے درد میں حلاوت

ہے قبول ہم کو سب کچھ، ہو عتاب یا عنایت
نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

○

لو سنو کان کھول کر امجد | ہر چہ خوباں کنند، خوب آید
جب سمجھتے ہو ہم کو اپنا دوست | ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

ہماری موت

ایک دفعہ ہمارے مرنے کی خبر مشہور ہوگئی۔ لوگ آتے اور ہمارے آدمیوں سے دریافت کرتے کیا امجد صاحب مرگئے؟ ہم باہر نکل کر کہتے کہ:-

راحت سے غرض نہ عیش سے مطلب تھا
اب بھی وہ اسی طرح ہے جیسا جب تھا
تم اب کہتے ہو مرگیا ہے امجد
بے چارہ وہ زندگی میں زندہ کب تھا

○

شوکت نہ تھی تمکنت نہ تھی شان نہ تھی — وقعت نہ تھی، فوقیت نہ تھی آن نہ تھی
اب کیا روتے ہو جان کو امجد کی — اس سے پہلے بھی اس میں کچھ جان نہ تھی

آج ہی پر نہیں ہے کچھ موقوف — کب وہ امجد پہ مہربان نہ تھا
لوگ اب مجھ کو پیر کہتے ہیں — اس سے پہلے بھی میں جوان نہ تھا

اقسام عزّت

إنّ العزّة للّٰہ جمیعا۔ یعنی ساری عزت خدا کے لئے ہے۔

المومن کالغریب فی الدنیا لایانس فی عزھا ولا یجزع من ذلھا۔

مومن دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہے۔ نہ دنیوی عزت سے خوش ہوتا ہے نہ اس کی ذلت سے رنجیدہ ہوتا ہے۔

عزت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ عزت جو ہم اپنے لئے فرض کر لیتے ہیں اس مفروضہ کے خلاف ہمارے ساتھ اگر کہیں برتاؤ ہوتا ہے تو ہم کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور ہمارا سارا خون کھول جاتا ہے۔

مثلاً ہمارے نوکر نے سلام نہیں کیا۔ فلاں نے ہماری تعظیم نہیں کی۔ دوسری قسم وہ ہے جو دنیا والوں کی طرف سے ہم کو عنایت ہوتی ہے شیطان کو ولی اور ولی کو شیطان سمجھ لیتے ہیں۔ تیسری قسم وہ عزت ہے جو بندے کو اس کے خالق اور مالک کے پاس حاصل ہوتی ہے اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی جس کو جس قدر خوف الٰہی ہوگا اسی قدر وہ خدا کے ہاں معزز اور مکرم ہوگا۔ ان تینوں قسموں میں عام طور پر قسم اول ہی کی عزت ہوتی ہے اور ہم سب اسی اپنی وہمی اور فرضی عزت میں گرفتار رہتے ہیں۔

تم میں سب سے الگ کوئی شان نہیں — چار آنکھیں نہیں ہیں آٹھ دس کان نہیں

اپنی عزت کو کیا لئے پھرتے ہو
دنیا بھر میں نہیں اک انسان نہیں۔

یکسوئی

ایْنما تولّوا فثمّ وجہ اللہ

یعنی تم جدھر رخ کرو اُدھر اللہ ہے

ہمارے ایک دوست پوچھتے تھے کہ یکسوئی کس طرح نصیب ہو سکتی ہے۔

یکسوئی حاصل ہونے کی کیا صورت ہے۔

ہم نے کہا ـ کہ

دنیا، کبھی دل میں دل نشین ہوتی ہے فطرت کو کبھی خواہش دین ہوتی ہے

ہر سُو ہے جہاں میں نور مطلق کا ظہور

یکسوئی، اسی لئے نہیں ہوتی ہے

○

ہر سو نگرم کہ او ز ہر سو آید از خود چو بروں ہمی روم او آید

یہ چوں فاختہ کو بکوے سراہم کوکو

شاید کہ گہے صدائے ہُو ہُو آید
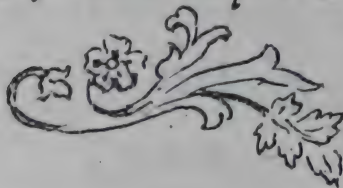
جیتے رہو

من نعمرہ ننکسہ فی الخلق

ہم جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں اس کو سب کے سامنے سرنگون کر دیتے ہیں۔

○

لوگ دعا دیتے ہیں، سو برس جیو، سوا سو برس جیو، ہزار برس جیو، قیامت تک جیو۔

ہم بھی اپنی درازی عمر کی دعائیں سن سن کر بہت ہی خوش ہوتے ہیں۔

ہزاروں مصیبتوں پر بھی کوئی مرنے کے لئے سچے دل سے تیار نہیں ہوتا۔ ہمارے یہ حالات دیکھ دیکھ کر موت کا فرشتہ کس مزے سے کہتا ہے

○

سہتے ہوئے ظلم و ستم و جور جیو تکلیف ہو، رنج ہو بہر طور جیو

جب شدت درد سے تڑپ اٹھتا ہوں

کہتی ہے اجل

اور جیو، اور جیو
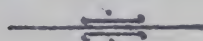
قربت

وَاسجدُواقترب۔

دین اور دنیا سے بے خبر ہو جاؤ
سجدہ کرو اور قریب تر ہو جاؤ

○

تم خود کو کسی طرح نہیں کھو سکتے ممکن ہے کہ تم سے دو جہاں کھو جائے
سجدے میں، کسے قریب تر پاؤ گے گر ساری زمین آئینہ ہو جائے

○

ہے نفی میری کسی کا اثبات دل دیجئے، کسی کا دل نشین ہوں
سجدے میں پڑا ہوں منہ چھپا کر
یعنی ــــ ترے آگے میں نہیں ہوں

○

اُبھرا تو ہوں میں حباب بن کر پر چشم زدن میں نہ نشیں ہوں
جاہل "میں ہوں" کا مدعی ہے
عارف کہتا ہے "میں نہیں ہوں"

مواقع ملاقات

ہر چند ساری عمر، ہم، ہر ایک سے ملتے رہے
لیکن حقیقت تو یہ ہے، کم ملنے کے قابل ملے
امجد! ملو اس شخص سے ملنے سے جس کے آپ کو

۱۔ دنیا ملے
۲۔ یا دین ملے
۳۔ یا ربّ ملے
۴۔ یا دل ملے

نیا غازہ

ہمارے سامنے ایک دوست کسی پرچے میں پاؤڈر کا اشتہار
پڑھ رہے تھے جس کی تعریف اس طرح کی گئی تھی کہ اس پاوڈر سے،
بدصورت بھی حسین ہو سکتے ہیں'
دوست نے نثر میں اشتہار پڑھا تھا۔ لیکن جب ہم نے اس کا
اعادہ کیا تو رباعی کا وزن معلوم ہوا اور ہم نے تین مصرعے لگا کر
اس طرح تکمیل کر دی۔

ہم چاہیں تو مہ جبین ہو سکتے ہیں　　ہر ایک دل میں مکین ہو سکتے ہیں
امجد ! حُسنِ عمل کا غازہ مل کر
بدصورت بھی حسین ہو سکتے ہیں

خدا کا بندہ

ایک اضافت وہ ہوتی ہے جس میں مضاف، مضاف الیہ کا
غیر ہوتا ہے۔ جیسے اسپِ زید یا زید کا گھوڑا۔
ایک اضافت وہ ہوتی ہے جس میں مضاف، مضاف علیہ کا عین
ہوتا ہے۔ جیسے دیوارِ گل، گوشِ گل، خاتمِ زر
اس اضافت ثانی پر شبہ ہوتا ہے ـــ کہ

فانی انسان۔ جاودانی تو نہیں
یہ خاک نشیں، عرش مکانی تو نہیں

اس "عبد خدا" میں (خاتم زر کی طرح)

دیکھو ـــ کہ
اضافت بیانی تو نہیں؟

نادم گناہ گار

کفیٰ بنفسک اقرا کتابک" کے تحت

بغل میں اپنے عمل کی کتاب رکھتے ہیں
گنہ کسی کا مجھے دیکھنے نہیں دیتے
مرے گناہ بھی حکم ثواب رکھتے ہیں

○

جُبہ وسجہ مُبارک تم کو
میں تو یہ رنگ نہیں لا سکتا
میری اس صورت رندانہ سے
کوئی دھوکا تو نہیں کھا سکتا

○

ہر چند کہ محو جرم وعصیاں باشیم
خائف مگر از عذاب یزداں باشیم
از زہد وعبادتے کہ نخوت آرد
بہتر گنہے، کہ زو پشیماں باشیم

○

کیا فکر ہے گر جبہ و دستار نہیں
کیا ہرج ہے گردوش پہ زنار نہیں
ایمان، تو ایک جذبۂ باطن ہے
ظاہر سے اسے کوئی سروکار نہیں
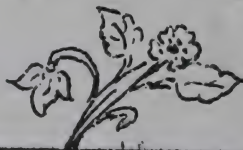
فرعونیت

لا تصعر خدك للناس، ولا تمش فی الارض مرحاانك
لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا

یعنی تم دنیا والوں کو اپنی فرعونیت نہ دکھاؤ، زمین پر اکڑ کر نہ چلو کیونکہ
تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے اور پہاڑوں کی ہمسری نہیں کر سکتے۔

نہیں معلوم بیٹھے بٹھائے اچھے بھلے انسان کو کیا ہو جاتا ہے کہ اس کے
زندہ جسم میں مردے کی طرح ایک اینٹھن سی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب دیکھئے ماش
کے آٹے کی طرح اینٹھا ہوا نظر آتا ہے۔ قدم اس طرح رکھتا ہے گویا زمین کو
پھاڑ دے گا۔ اپنے آپ کو اونچا اس قدر کرتا ہے گویا پہاڑوں سے جا ملے گا۔

ہر اک قدم پہ اُڑ رہے ہیں ۔۔۔ کبر و نخوت میں سڑ رہے ہیں
حیرت ہے کہ لوگ زندگی میں ۔۔۔ مُردوں کی طرح اکڑ رہے ہیں

ملتی ہی نہیں قدم جمانے کی جگہ ۔۔۔ کیا ٹھیرے کوئی اس آنے جانے کی جگہ

ہر ایک حباب ٹوٹ کر کہتا ہے
دنیا یہ نہیں ہے سر اُٹھانے کی جگہ

(۰)

ممکن ہی نہیں قطرے کا دریا ہونا
مجنوں کو مناسب نہیں لیلیٰ ہونا

ہم اپنے سوا کسی کو اچھا نہ کہیں
اچھا نہیں اس قدر بھی اچھا ہونا

(۰)

موہوم نمود نے اُبھارا مجھ کو
سر چڑھنے نے قبر میں اتارا مجھ کو

ہر شخص پہ ظلم غیر سے ہوتا ہے
ایک میں ہوں کہ میرے "میں" نے مارا مجھ کو
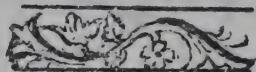
نیا تجربہ

ہم اب تک سنتے آئے ہیں کہ امیروں اور دولتمندوں کی صحبت سے دل سیاہ ہوتا ہے مگر ہمارا تجربہ اس کے خلاف ہے. اُمرا کی صحبت اور ان کی ملاقات سے تو ہماری قوت ایمانی زیادہ اور ہمارے دل میں نئی روشنی پیدا ہوتی ہے.

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے امیر اور دولتمند دوست ہم سے نیم بزرگ کو بزعم خود سچ مچ بزرگ سمجھ کر، اپنے اندرونی زخم اور اپنے پوشیدہ مصائب ایک ایک کرکے ہم کو سناتے اور ہم جیسے دنیا طلب سے دعا کے طالب ہوتے ہیں۔ ہم گھر آکر، ان کی حالت اور اپنی حالت، ان کے افکار اور اپنی بیفکری کا مقابلہ کرکے اپنے مولا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور مندرجہ ذیل غزل پڑھتے ہوئے بے پایان مسرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔

یہ گل و غنچہ، یہ سبزہ، یہ فضا کچھ بھی نہیں
اپنے دل کے آگے، باغ دلکشا کچھ بھی نہیں
اہل دولت کے لئے تیرے سوا ہر چیز ہے
ہم غریبوں کے یہاں تیرے سوا کچھ بھی نہیں
کون ہے، پورا ہوا دنیا میں جس کا مدعا
شکر کی جا ہے کہ اپنا مدعا کچھ بھی نہیں
آج جو آیا ہے امجد کل وہ جائیگا ضرور
جس کو تو اپنا سمجھتا ہے ترا کچھ بھی نہیں

افراط تفریط

اَللّٰھُمَّ اِھدِنَا الصِّراطَ المستقیم۔ اے خدا ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔

ہم کو بعض ایسے مدعیان کرامت وولایت سے نیاز حاصل ہے جو ہم دنیا داروں کی حقارت کرتے ہوئے نہایت فخر و تبختر سے فرماتے ہیں کہ "ہم نے آج چالیس برس سے گوشت کی بُو بھی نہیں سونگھی، پلاؤ اور متنجن سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ ہم کبھی تخت پر نہیں سوتے۔ کرسی پر نہیں بیٹھتے۔ کسی عورت کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز نہیں کھاتے۔

دنیا کی ہر جائز و ناجائز مسرت اور راحت ہم نے اپنے پر حرام کرلی ہے والیٰ غیر ذالک ؎

اس قدر کی ہے تلاوت رات دن قرآن کی

پارہ دل ہو بہو قرآن کا پارہ ہو گیا

ہم فرشتے بن گئے، انسانیت کو چھوڑ کر

آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

(۲) بعض ایسے اصحاب سے بھی ملاقات ہے کہ اپنی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تکمیل کو اپنی زندگی کا فرض سمجھتے ہیں۔ اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے لیکن خواہش

ضرور پوری ہو ایک صاحب نے ہمارے سامنے نوکر سے برف منگوائی ۔ نوکر گیا اور واپس آکر کہا کہ یہاں بازار میں برف نہیں ہے۔ سرکار نے حکم دیا کسی اور جگہ جاؤ ۔ نوکر حسب الحکم گیا ۔ پھر وہاں سے بھی خالی ہاتھ واپس آیا ۔ پھر تیسری جگہ بھیجا گیا ۔ وہاں سے بھی ہمون آش درکاسہ بے نیل مرام واپس آیا ۔ آخر سرکار خود موٹر میں سوار ہو کر گھر سے آٹھ میل دور برف کی مشین سے جا کر برف لے آئے اور اس طرح برف کی خواہش کی تکمیل کی گئی ۔

دنیا کی غلط نمایشوں نے مارا ۔۔۔ یا حرص و ہوا کی کاہشوں نے مارا
کیا کیجئے دشمنوں کا شکوہ امجد ۔۔۔ ہم کو تو ہماری خواہشوں نے مارا

اپنی اپنی سمجھ

كذالك زينا لكل أمة عملهم

ہر گروہ کے لئے ہم نے ان کا عمل اچھا کر دکھایا

ایک صاحب کہتے ہیں ۔

نور مطلق کے جذب کرنے کو ۔۔۔ جامۂ دل سیاہ کرتا ہوں
نہیں معلوم موت کب آجائے ۔۔۔ جلدی جلدی گناہ کرتا ہوں

○

دوسرے صاحب کہتے ہیں

اپنے خالق کو جو دکھا نہ سکیں
ایسے روے سیاہ سے توبہ

موت سر پہ کھڑی ہے اے امجد
کرلو جلدی گناہ سے توبہ

○

ایک صاحب کہتے ہیں۔

موت کے انتظار میں رہ کر
زندگی کیوں تباہ کرتے ہیں

کرتے ہیں جو گناہ سے توبہ
وہ بڑا ہی گناہ کرتے ہیں

○

دوسرے صاحب کہتے ہیں۔

قصرِ اعلیٰ کے رہنے والے کو
ایک دن قبر میں اترنا ہے

کیا کریں لطف زندگی حاصل
جب کہ اک روز ہم کو مرنا ہے

○

ایک صاحب کہتے ہیں۔

کہتے ہیں جناں میں حورعین ملتی ہے
ساتھ اس کے شراب آتشین ملتی ہے

ہم نقد ہیں تم ادھار اے حضرت شیخ
تم کو تو وہاں ہم کو یہیں ملتی ہے

○

دوسرے صاحب کہتے ہیں۔

لوٹے ہیں تمام عمر راحت کے مزے حاصل کئے خوب عیش و عشرت کے مزے

ان کو جنت میں کیا ملیگی لذت
دنیا میں ملے ہوں جنکو جنت کے مزے

وقس علیٰ ھذا

ایک دفعہ ہم نے دیکھا کہ ایک ضعیفہ سر پر پانی کا گھڑا لئے بشکل سے ایک ایک قدم اُٹھاتی چلی جارہی ہے اُدھر سے اس کی ملنے والی بھی کوئی عورت آ گئی۔ اس نے پوچھا نانی اماں کہو خیریت تو ہے؟

بڑھیا نے کہا خیریت؟ ہماری خیریت کیا پوچھتی ہو؟ اس ضعیفی میں، منہ میں کوئی پانی ڈالنے والا بھی نہیں۔

اس عورت نے کہا، نانی اماں۔ چند روز کی مصیبت ہے مرنے کے بعد پھر آرام ہی آرام ہے۔

بڑھیا نے جھلا کر کہا اری چل چل کیا جھوٹی تسلی دیتی ہے۔ جس نے یہاں ہی آرام نہیں دیا، اس سے وہاں کیا امید کی جا سکتی ہے۔

انا للہ والیہ راجعون

صوفی اور علم تصوف

شاہد وحدت کو اے جویائے حق نقد جان کی رونمائی چاہیئے
حضرت امجد! تصوف کے لئے
دیدہ و دِل کی صفائی چاہیئے

عالم کا اسی پہ ہوگا اطلاق ہر نقطے میں جو کتاب دیکھے
ہم اہل نظر کہیں گے اس کو
جو ذرّے میں آفتاب دیکھے

نفس و روح و خفی و اخفیٰ کیا ہے اس علم تصوف کا نتیجہ کیا ہے
بجز اس سے کیا فائدہ امجد صاحب
جب حال نہ ہو
قال میں رکھا کیا ہے

سینما

اصلیت اگر نہیں تو دھوکا ہی سہی　　سیر وافی الارض کا تماشا ہی سہی
تسکین کی آخر کوئی صورت بھی تو ہو　　جبتک نہ ملے صنم، سینما ہی سہی

دنیا میں آج کل سینما کی جس قدر ہوا چلی ہے شاید ہو ابھی اس قدر تیز نہ چلی ہوگی۔ عورت، مرد، بچے، بوڑھے، غریب، امیر، ہندو مسلم عیسائی، پاسی غرض، ہر شخص سینما کے صنم کا پرستار نظر آتا ہے۔ اگر ایک آدھ شخص اس سے آنکھیں بند بھی کرلے تو وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔

ہم بھی سینما دیکھتے ہیں۔ مگر کیا دیکھتے ہیں
ہے کچھ بھی نہیں۔ مگر دیکھتے سب کچھ ہیں

جو نظر آتا ہے وہ کچھ بھی نہیں　　جو ہے سب کچھ نظر نہیں آتا
ثابت یہ ہوا ثبات دنیا میں نہیں　　ایک لحظہ قرار موج دریا میں نہیں

عالم کا وجود صورت لا سمجھو
لفظاً "موجود" اور معنی میں نہیں
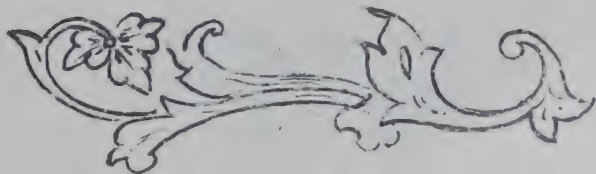
سرمد و امجد

جب سے عوام کے سوا خاص حضرات بھی مثلاً حضرت سلیم مرحوم۔ حضرت گرامی مرحوم حضرت محمد مظہر تھانوی ابرادر حضرت اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ ہم کو سرمد کہنے لگے ہم کو حضرت سرمد علیہ الرحمہ کی ملاقات اور ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا جب کبھی کوئی اچھی رباعی کہتے، خیال آتا کہ کاش حضرت سرمد ہوتے اور ہم یہ رباعی ان کو سناتے اسی خیال خیال میں آخر ایک رات خواب و خیال میں ملاقات ہو ہی گئی۔

جب امجد و سرمد میں ملاقات ہوئی ۔۔۔ شوریدہ سروں میں کچھ عجب بات ہوئی
امجد نے کہا کاش میں سرمد ہوتا ۔۔۔ سرمد نے کہا۔ کاش میں امجد ہوتا
امجد کی زبان پر کلام سرمد ۔۔۔ سرمد کی زبان پر کلام امجد
دو شمعوں میں اک ایک کا پروانہ تھا ۔۔۔ دیوانوں میں اک ایک کا دیوانہ تھا
توحید کا ہر ایک نمائندہ تھا ۔۔۔ ایک زندہ جاوید تھا اک زندہ تھا

فردیست یگانہ در رباعی امجد
کلک امجد کلید گنج سرمد
گفتم کہ بود جواب سرمد امروز
روح سرمد بگفت
امجد، امجد

(گرامی مرحوم)

حضرت گرامی مرحوم کی رباعی اوپر مذکور ہو چکی ہے۔
حضرت محمد مظہر تھانوی ابرادر حضرت اشرف علی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں۔

مداح رسول پاک احمد ہیں آپ ۔۔۔ اور شاہ رباعیات امجد ہیں آپ
توحید میں جمع ہو گئی ہے تثلیث ۔۔۔ حسان ہیں، خیام ہیں، سرمد ہیں آپ

رائے حضرت سلیم کے لئے ملاحظہ ہو افادات سلیم۔ ولله الحمد

١٩٢
وما علینا الا البلاغ
لو ختم ہوا آج کلام امجد
امجد کی جگہ رہ گیا نام امجد
اب اس پہ عمل کریں یا نہ کریں
پہنچا دیا امجد نے پیام امجد
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
کاتب پیام امجد - احمد ولی الدین کاتب